دُعائے انبیاءؑ

مولانا محمود الرشیدؒ حدوٹی
مصنف۔ صحافی۔ دینی سکالر۔ داعی الی اللہ

مکتبہ آبِ حیات مدینہ ٹاور مسلم ٹاؤن لاہور۔ Cell:-0321-9458876

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرۃ 186)

اور جب آپ (ﷺ) سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پھر چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

دعائے انبیاء علیہم السلام

تالیف

مولانا محمود الرشید حدوٹی
مدیر اعلیٰ ماہنامہ آب حیات لاہور

اس کتاب میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مناجات اور دعائیں بیان کی گئی ہیں، یہ دعائیں ایسی ہیں جو قرآن کریم کی مختلف سورتوں اور پاروں میں بکھری ہوئی ہیں، کسی پڑھنے والے اور تلاش کرنے والے کو آسانی سے نہیں مل سکتی تھیں، اس لیے انہیں یکجا کر دیا گیا ہے، سورتوں اور آیتوں کے حوالے بھی موجود ہیں، انبیاء کرام نے جس قدر دعائیں مانگیں اللہ نے انہیں قبول فرمالیا، نبی کریم ﷺ آخری نبی ہیں، ان کی دعائیں بھی قرآن کریم میں موجود ہیں، انہیں بھی اس میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو اس سے نفع دے۔

خصوصی پیشکش الحاج عبدالمجید ملک صاحب

ناشر مکتبہ آب حیات مدینہ ٹاؤن مدینہ ہاؤس مسلم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور
Cell:-0321-9458876

ضابطہ

نام کتاب ——— دعائے انبیاء

مؤلف: ——— مولانا محمود الرشید حدوٹی

طابع: ——— مکی مدنی پریس، ریٹی گن روڈ لاہور

سرورق: ——— محمد نواز اللہ عباسی

اشاعت اول: ——— اگست ۲۰۱۴ء

تعداد: ——— ایک ہزار

قیمت ——— 200 روپے

ناشر ——— مکتبہ آب حیات لاہور

ملنے کے پتے

دفتر ماہنامہ، آب حیات۔ مدینہ ہاؤس، مدینہ ٹاور، مسلم ٹاؤن لاہور

جامعہ دار القرآن، جامع مسجد فریدیہ حنفیہ۔ علیوٹ، مری

0321-9458876

فہرست مضامین

اپنی بات

اَلحَمدُلِمَن لَّا تَرَاهُ العُيُونُ وَلَا تُخَالِطُهُ الأَوهَامُ وَالظُّنُونُ، وَلَا تُغَيِّرُهُ الحَوَادِثُ وَلَا يَصِفُهُ الوَاصِفُونَ، وَالحَمدُلِمَن يَّعلَمُ بِمَثَاقِيلِ الجِبَالِ وَمَكَايِيلِ البِحَارِ وَعَدَدَ قَطرِ الأَمطَارِ، وَوَرَقَ الأَشجَارِ، وَعَدَدَ مَا أَظلَمَ عَلَيهِ اللَّيلُ وَأَشرَقَ عَليهِ النَّهَارُ، لَا تَوارِي مِنهُ سَمَاءٌ سَمَاءً، وَلَا أَرضٌ أَرضاً، وَلَا جَبَلٌ مَا فِي وَعرِهٖ، وَلَا بَحرٌ مَّا فِي قَعرِهٖ،وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشرَفِ الاَنبِيَاءِ وَالرُّسُلِ اَمَّابَعدُ

قدرت والے کی قدرت پر قربان جایئے ،اسے جب کوئی کام کروانا ہوتا ہے تو اس کے لیے اسباب وسائل اور ذرائع بھی خود ہی مہیا کر دیتا ہے ،ایک روز اپنے بزرگ دوست جناب الحاج عبد المجید ملک صاحب کے ساتھ گپ شپ ہو رہی تھی ،وہ عشق و مستی میں ڈوب کر مکے اور مدینے کا ذکر کر رہے تھے ،مکے اور مدینے میں گزرے دنوں کی دلچسپ داستان عشق و مستی کی لڑی میں پرو رہے تھے ،سرکار دو عالم ﷺ اور ان کے صحابہ کرام کے تذکرے پر ان کی آنکھوں سے آنسو نکل کر ان کی سفید داڑھی میں چمک رہے تھے، اس دوران انہوں نے اردو اور پنجابی کے کتنے اشعار ایسے سنائے جو انہی کی تخلیق تھے، قافیہ بندی کے اصول وضوابط سے ہٹ کر عشق ومحبت کی لڑی میں پروئے گئے ان کے اشعار انسانی دل کو موہ لیتے ہیں اور جس محبت میں وہ ڈوب کر ان اشعار کو پڑھتے اور گنگناتے ہیں اس سے ہمجلیس کا ایمان بھی تازہ ہونے لگتا ہے۔

حاجی عبد المجید ملک صاحب جب چودہ سال کے طفل انجان تھے اس وقت انہوں نے مکے اور مدینے میں حاضری دینے کی خواہش کا اظہار بارگاہ رب العالمین میں کیا تھا، اللہ نے ان کی اس معصومانہ خواہش اور دعا کی لاج رکھ لی تو وہ ہر سال عمرے کے لیے جانے لگ گئے ،جوانی کی مستیاں ،بڑھاپے کی سستیاں اور بچپن کی شرارتیں اس شخص سے ہمیشہ دور رہیں، آج بھی وہ بیماری، نقاہت، کے باوجود مکے اور مدینے کی غیر حاضری برداشت نہیں کر سکتے، مکے میں مقام ابراہیم، حطیم، حجر اسود، چاہ زمزم، صفا ومروہ پر دعائیں اور مدینے میں باب جبریل پر کھڑے ہو کر روضہ میں آرام فرما نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر درود وسلام کے نذرانے ان کی زندگی کا قابل رشک اثاثہ ہے۔

پاکستان آکر بھی مکے اور مدینے کی یادیں انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دیتیں ، مکے اور مدینے میں ان کی غیر حاضری کے دوران اگر کوئی شخص دار فانی کو چھوڑ کر دار البقاء کی سمت روانہ ہو جاتا ہے تو اس کے لیے حاجی عبدالمجید ملک پاکستان میں آنسو بہاتے دیکھے گئے ہیں ، پھر کسی بھی ملنے والے کو فون کرکے اظہار تعزیت کرتے اور مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔

ایک دن بندہ ناچیز ان کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، اچانک کسی موضوع پر بات چل نکلی تو مجھے کہنے لگے کہ جناب! قرآن کریم میں حضرات انبیاء کرام کی دعاؤں کا ایک ذخیرہ موجود ہے ، کاش! ان کو آپ جمع کر دیں ، سو میں نے اس وقت حامی بھر لی اور دل میں اس وعدے کے ایفاء کے لیے خیال مضبوط ہوتا رہا، اب رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ کی مبارک گھڑیاں سر پر آن پہنچیں ، تو میرے دل و دماغ نے فوراً فیصلہ کیا کہ حضرات انبیاء کرام کی دعائیں جمع کر لی جائیں ، چنانچہ میں نے رمضان شروع ہونے سے پہلے ہی کام کا آغاز کر دیا اور آج آٹھ رمضان المبارک کی صبح کو میں نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے حضرت نبی کریم ﷺ تک ان تمام انبیاء کرام کی دعاؤں کو کتابی شکل میں مرتب کر لیا، جو جو قرآن میں موجود ہیں۔

تحریر میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی دعائیں جمع کی گئیں ، سب سے آخر میں نبی کریم ﷺ کی دعائیں جمع کی گئیں ، مگر اس سارے تحریری مرحلے کی تکمیل پر مجھے حفظ مراتب کا خیال ذہن میں آ گیا اور دل و دماغ ، ایمان و ضمیر نے کسی صورت برداشت نہ کیا کہ پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی دعائیں کتاب میں سب سے آخر رکھی جائیں ، پھر میں نے آخر سے آپ ﷺ کی ساری دعائیں اٹھا کر کتاب کے شروع میں رکھ دی ہیں ، میرے خیال میں میرا یہ فیصلہ درست ہی ہے ، آگے اللہ جانے میرے پڑھنے والے حضرات و خواتین کا کیا خیال ہو گا کہ وہی ترتیب رہنے دی جاتی یا جیسے کر دیا ہے یہی بہتر ہے۔

ان دعاؤں کے ساتھ اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ کم از کم ہر دعا کا پس منظر بھی بیان کیا جائے ، تاکہ پڑھنے والے کو کسی قسم کی الجھن نہ رہے ، تفاسیر سے ان دعاؤں کا پس منظر تلاش کرنا کافی مشکل کام تھا، اس سے پہلے میرے مطالعہ یا علم کے مطابق اس پر کسی نے کام نہیں کیا، آج کل اگر کتب خانوں پر اس نوعیت کی کوئی کتاب آئی ہو تو اس بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

دعاؤں کے اعراب اور ترجمے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے ،ترجمے میں مجھے امام الاؤلیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور حضرت مولانا فتح محمد جالندھریؒ کا ترجمہ زیادہ منفعت بخش دکھائی دیا، عامۃ الناس کے سمجھانے کے لیے میں نے آسان ترین ترجمہ اختیار کیا ہے، تفاسیر میں سے بھی جو آسان تر مواد دستیاب ہوا اسے بلا کم و کاست پیش کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہماری اس نئی کاوش کو اپنی عالی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے اور اسے ہمارے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

خادم اسلام

محمود الرشید حدوٹی

مدینہ ہاؤس، مسلم ٹاؤن لاہور (۷ جولائی ۲۰۱۴)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعا کی اہمیت

رب العالمین نے قرآن کریم میں اس بندے سے بارہا مطالبہ کیا ہے کہ وہ اس سے مانگے، اس سے سوال کرے، اس کو کثرت سے یاد کرے، نبی کریم ﷺ نے دعا کو عبادت کا نچوڑ بتلایا ہے، عبادت کا مغز بتلایا ہے، بلکہ ایک فرمان میں تو دعا ہی کو عبادت بتلایا ہے، حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الْعِبَادَةُ هِيَ الدُّعَاءُ» (الدعاللطبرانی)

عبادت دعا ہی ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی

ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ [غافر: ٦٠]

اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر کتراتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ کی روایت میں دعا کو ہی عبادت بتلایا گیا ہے، حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں دعا کو عبادت کا مغز بتایا گیا ہے۔ حضرت حسن کی روایت میں سورۃ الغافر کی اس آیت کے بعد ارشاد فرمایا گیا کہ تم عمل کرو اور خوش ہو جاؤ، اللہ پر حق ہے کہ وہ ان لوگوں کی دعا قبول کرے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے اور وہ انہیں اپنا فضل زیادہ کرے گا۔

حضرت عطا سے روایت ہے کہ جب سورۃ الغافر کی یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے کہا کہ کاش ہمیں اس بات کا علم ہوتا کہ کس وقت دعا مانگیں؟ تو اس پر پھر دوسری آیت نازل ہوئی کہ

{وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ} [البقرة: ١٨٦]

آپ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کرتے ہیں تو انہیں کہو کہ میں قریب ہوں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ دعا کرے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اپنے رب سے روایت کرتے ہیں، اللہ فرماتے ہیں،

«يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ مَا دَعَوْتَنِي وَرَجَوْتَنِي غَفَرْتُ لَكَ عَلَى مَا كَانَ فِيكَ، يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ إِنْ تَلْقَنِي بِقُرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا بَعْدَ أَنْ لَا تُشْرِكَ بِي شَيْئًا أَلْقَكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً»

اے ابن آدم !جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امیدیں وابستہ رکھے گا تو میں تجھے معاف کرتا رہوں گا، اے ابن آدم !اگر تو میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا کر مجھ سے زمین بھر خطاؤں کے ساتھ ملاقات کرے گا تو میں زمین بھر مغفرت اور بخشش کے ساتھ تجھ سے ملاقات کروں گا۔(الدعاللطبرانی)

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا، اللہ فرماتے ہیں

«يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ جَائِعٌ إِلَّا مَنْ أَطْعَمْتُ فَاسْتَطْعِمُونِي أُطْعِمْكُمْ، يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ عَارٍ إِلَّا مَنْ كَسَوْتُ فَاسْتَكْسُونِي أَكْسُكُمْ، وَيَا عِبَادِي لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَجِنَّكُمْ وَإِنْسَكُمُ اجْتَمَعُوا فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَسَأَلُونِي جَمِيعًا فَأَعْطَيْتُ كُلَّ إِنْسَانٍ مِنْهُمْ مَسْأَلَتَهُ لَمْ يَنْقُصْ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي إِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ إِذَا غُمِسَ فِي الْبَحْرِ»

اے میرے بندو!تم سارے بھوکے ہو مگر جسے میں کھلا دوں، پس تم مجھ سے کھانا مانگو میں تمہیں کھلاؤں گا اوراے میرے بندو!تم سب ننگے ہو مگر جسے میں پہنادوں، پس مجھ سے لباس مانگو میں تمہیں پہناؤں گا، اے میرے بندو!تمہارے پہلے، تمہارے بعد والے، تمہارے جنات اور تمہارے انسان اگر ایک چٹیل میدان میں کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کرتے رہیں میں ہر انسان کو اس کے سوال کے مطابق دیتا رہوں تو میرے پاس جو کچھ ہے وہ اتنا بھی نہیں کم ہو گا جتنا کہ ایک سوئی کو دریا میں ڈالنے سے کم ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث قدسی میں ہے، اللہ فرماتے ہیں

يَا عِبَادِي كُلُّكُمْ ضَالٌّ إِلَّا مَنْ هَدَيْتُ فَاسْأَلُونِي الْهُدَى أَهْدِكُمْ، وَكُلُّكُمْ فَقِيرٌ إِلَّا مَنْ أَغْنَيْتُ فَاسْأَلُونِي أَرْزُقْكُمْ، وَلَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَيَابِسَكُمْ وَحَيَّكُمْ وَمَيِّتَكُمُ اجْتَمَعُوا فَسَأَلَ كُلُّ إِنْسَانٍ مَا بَلَغَتْ أُمْنِيَّتُهُ فَأَعْطَيْتُ كُلَّ سَائِلٍ مَا سَأَلَ لَمْ يَنْقُصْ ذَلِكَ مِمَّا عِنْدِي شَيْئًا إِلَّا كَمَا لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ مَرَّ عَلَى شَفَةِ الْبَحْرِ فَغَمَسَ فِيهِ إِبْرَةً ثُمَّ انْتَزَعَهَا، ذَلِكَ بِأَنِّي جَوَادٌ مَاجِدٌ أَفْعَلُ مَا أَشَاءُ، عَطَائِي كَلَامٌ وَإِذَا أَرَدْتُ شَيْئًا فَإِنَّمَا أَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونَ (الدعاللطبرانی)

اے میرے بندو!تم سارے کے سارے گمراہ ہو مگر جسے میں ہدایت دے دوں، پس مجھ سے تم ہدایت مانگو میں تمہیں ہدایت دوں گا، تم سارے کے سارے فقیر ہو مگر جسے میں مالدار کر دوں، پس مجھ سے سوال کرو

میں تمہیں رزق دوں گا، اور اگر تمہارے پہلے، تمہارے بعد والے، تمہارے تر اور تمہارے خشک، تمہارے زندہ اور تمہارے مردے جمع ہو جائیں، پھر ہر انسان اپنی امیدوں کے مطابق مجھ سے سوال کرے تو میں ہر سوالی کو وہ کچھ دے دوں جو کچھ اس نے مانگا ہے تو میرے پاس جو کچھ ہے وہ اس قدر بھی کم نہیں ہو گا جتنا کہ تم میں سے کوئی شخص دریا کے کنارے سے گزرتے ہوئے اس میں ایک سوئی ڈبو کر پھر نکال لے، یہ اس لیے کہ میں بہت سخی ہوں، ماجد ہوں، جو چاہتا ہوں وہی کرتا ہوں، میری عطا میرا کلام ہے، جب میں ارادہ کرتا ہوں تو کہتا ہوں کن ہو جا، تو وہ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح علامہ طبرانی نے ایک اور حدیث قدسی نقل فرمائی ہے کہ

أَرْبَعُ خِصَالٍ يَا ابْنَ آدَمَ، وَاحِدَةٌ لِي، وَوَاحِدَةٌ لَكَ، وَوَاحِدَةٌ فِيمَا بَيْنِي وَبَيْنَكَ، وَوَاحِدَةٌ فِيمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ عِبَادِي، فَأَمَّا الَّتِي لِي فَتَعْبُدُنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا، وَأَمَّا الَّتِي لَكَ فَمَا عَمِلْتَ مِنْ خَيْرٍ جَزَيْتُكَ بِهِ، وَأَمَّا الَّتِي بَيْنِي وَبَيْنَكَ فَمِنْكَ الدُّعَاءُ وَعَلَيَّ الْإِجَابَةُ، وَأَمَّا الَّتِي بَيْنَكَ وَبَيْنَ عِبَادِي فَارْضَ لَهُمْ مَا تَرْضَى لِنَفْسِكَ»

اللہ فرماتے ہیں اے ابن آدم! چار خصلتیں ہیں، ایک میرے لیے، ایک تیرے لیے، ایک میرے اور تیرے درمیان مشترک ہے اور ایک تیرے اور میرے بندوں کے درمیان مشترک ہے، جو میرے لیے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کر اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا اور جو تیرے لیے ہے وہ یہ ہے کہ جو کچھ تو نیک کام کرے گا میں تجھے اس کی جزا دوں گا اور جو میرے اور تیرے درمیان مشترک ہے وہ یہ ہے کہ تیرا کام ہے دعا کرنا اور میرا کام ہے اسے قبول کرنا، اور جو تیرے اور میرے بندوں کے درمیان ہے وہ یہ ہے کہ تو ان کے لیے وہ پسند کر جو اپنے لیے پسند کرے۔

اسی طرح ایک حدیث قدسی میں ہے

أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي وَأَنَا مَعَهُ حِينَ يَدْعُونِي، إِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأٍ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأٍ خَيْرٍ مِنْهُمْ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِنْ جَاءَنِي يَمْشِي جِئْتُهُ مُهَرْوِلًا

میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے، اور جس وقت وہ دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر وہ اپنے دل میں مجھ یاد کرے تو میں اپنے دل میں اسے یاد کرتا ہوں، اگر وہ مجھے مجمع میں یاد کرے تو میں ان کے مجمع سے بہتر مجمع میں اسے یاد کرتا ہوں، اگر وہ میری طرف ایک بالشت

قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک بازو قریب ہوتا ہوں،اگر وہ میری طرف ایک بازو قریب ہوتا ہے تو میں اس کی طرف دو بازو قریب ہوتا ہوں ،اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

جب دعا کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے تو پھر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بار گاہ میں اپنی درخواستیں اور زاریاں پیش کر تا ہی رہے ، جس قدر الحاح اور زاری سے اپنے پروردگار کو یاد کرے گا اسی قدر وہ اللہ سے فیض پائے گا،اس کی رحمتیں سمیٹے گا،اس کے فیضان کرم سے جام بھرے گا،حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُحِبُّ الْمُلِحِّينَ فِي الدُّعَاءِ»(الدعاللطبرانی)

بے شک اللہ تعالیٰ دعا میں زاری کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

مسلمان کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ دعا کو اللہ جس طرح قبول کر تا ہے،اسی طرح وہ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ اس کے سامنے گڑگڑائے ،زاری کرے ،اس سے مانگے ،اس کی عالی بار گاہ سے کبھی اپنے کو مستغنی اور بے نیاز نہ سمجھے،حدیث قدسی میں ہے،اللہ فرماتے ہیں

«يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ إِنْ سَأَلْتَنِي أَعْطَيْتُكَ، وَإِنْ لَمْ تَسْأَلْنِي غَضِبْتُ عَلَيْكَ»

اے ابن آدم!اگر تو مجھ سے مانگے گا تو میں تجھے دوں گا اوراگر تو مجھ سے نہیں مانگے گا تو میں تجھ سے ناراض ہوں گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری دعائیں قبول کرے ،ہمیں اپنے در کا سوالی بنائے رکھے ،ہمیں اپنے فضل سے مستفید فرمائے اور ہمیں محروم نہ فرمائے، آمین

خادم اسلام،

محمودالرشیدحدوٹی (کان اللہ لہ)

۱۴رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۵ جولائی ۲۰۱۴ء

دعائے انبیاء علیہ السلام

از قلم

مولانا محمود الرشید حدوٹی
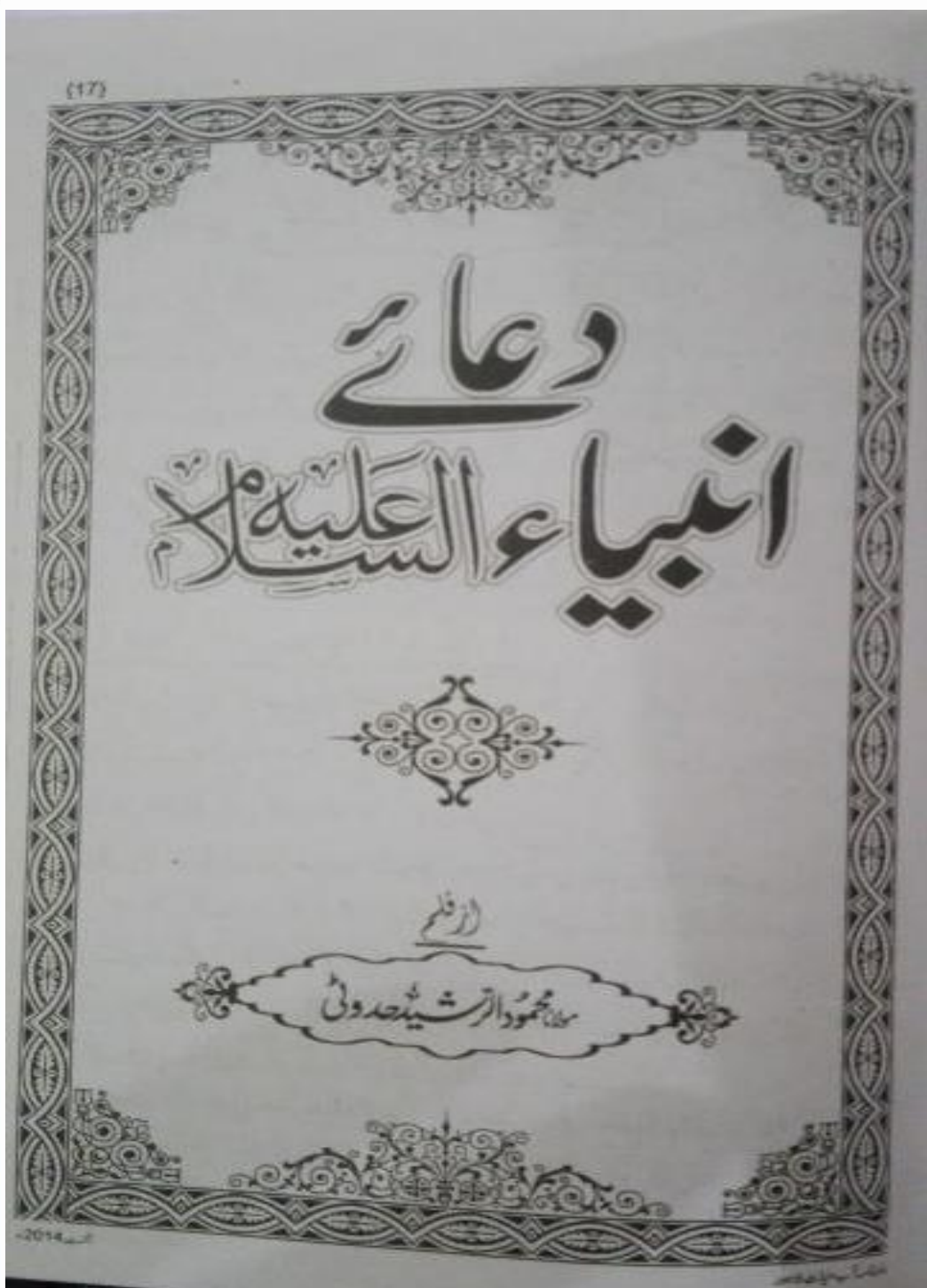
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعائے حضرت محمد ﷺ

حضرت محمد عربی ﷺ کی دعائیں کچھ وہ ہیں جو قرآن کریم میں موجود ہیں اور ایک بہت بڑا ذخیرہ احادیث کی کتابوں میں ہے، ہم یہاں صرف ان دعاؤں کو نقل کریں گے جو قرآن کریم میں موجود ہیں، یہ وہ دعائیں ہیں جو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو سکھائیں اور آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ یہ دعائیں مانگا کریں، اس سے ان دعاؤں کی عظمت معلوم ہوتی ہے اور کیوں نہ ان کی عظمت ہو کہ بتانے اور سکھانے والا اللہ ہو، پڑھنے والے رسول اللہ ﷺ ہوں اور آمین کہنے والے ملائکۃ اللہ اور صحابہ کرام ہوں پھر انہیں شرف قبولیت بخشنے والے اللہ ہوں۔

(۱) شیطانی حملوں سے بچاؤ کی دعائے نبوی

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کو سکھایا کہ وہ کس طرح اپنے جناتی دشمنوں سے بچاؤ کے لیے پناہ کی درخواست کریں اور اکیلے اللہ کی پناہ میں آئیں، اللہ نے آپ ﷺ کو حکم دیا کہ آپ ﷺ یوں کہیں

وَقُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ (٩٧) وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ (٩٨)

اور کہو کہ اے پروردگار! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور اے پروردگار! اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں

نبی کریم ﷺ کو جس طرح اللہ نے تعلیم دی آپ ﷺ نے اسی طرح کیا، جیسے مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے، حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہے کہ

قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعْنَاهُ يَقُولُ: «أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ» ثُمَّ قَالَ «أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللهِ» ثَلَاثًا، وَبَسَطَ يَدَهُ كَأَنَّهُ يَتَنَاوَلُ شَيْئًا، فَلَمَّا فَرَغَ مِنَ الصَّلَاةِ قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ سَمِعْنَاكَ تَقُولُ فِي الصَّلَاةِ شَيْئًا لَمْ نَسْمَعْكَ تَقُولُهُ قَبْلَ ذَلِكَ، وَرَأَيْنَاكَ بَسَطْتَ يَدَكَ، قَالَ: " إِنَّ عَدُوَّ اللهِ إِبْلِيسَ، جَاءَ بِشِهَابٍ مِنْ نَارٍ لِيَجْعَلَهُ فِي وَجْهِي، فَقُلْتُ: أَعُوذُ بِاللهِ مِنْكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ قُلْتُ: أَلْعَنُكَ بِلَعْنَةِ اللهِ التَّامَّةِ، فَلَمْ يَسْتَأْخِرْ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، ثُمَّ أَرَدْتُ أَخْذَهُ، وَاللهِ لَوْلَا دَعْوَةُ أَخِينَا سُلَيْمَانَ لَأَصْبَحَ مُوثَقًا يَلْعَبُ بِهِ وِلْدَانُ أَهْلِ الْمَدِينَةِ (مسلم ،باب جوازاللعن فی اثناء الصلوۃ)

نبی کریم ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے ،ہم نے دوران نمازآپ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتاہوں ،پھر تین بار فرمایا میں تجھ پر اللہ کی لعنت بھیجتاہوں ،اورآپ ﷺ نے اپناہاتھ مبارک بند کرلیا، گویاکہ کوئی چیزلے رہے تھے ،پھرجب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے توہم نے عرض کیا، یارسول اللہ !ہم نے آپ ﷺ سے سناجوکچھ آپ ﷺ نماز میں آج کہہ رہے تھے ہم نے اس سے پہلے یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ کو نہیں سنا،اورہم نے آپ ﷺ کو اپناہاتھ بند کرتے بھی دیکھاہے، آپ ﷺ نے فرمایا:اللہ کادشمن شیطان کچھ انگارے لے کر آیاجووہ میرے منہ پرڈالنا چاہتا تھا،تومیں نے تین بارکہاکہ تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتاہوں اور تجھ پراللہ کی مکمل پھٹکارہو،مجھے اگراپنے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعاذہن میں نہ ہوتی تومیں اسے باندھ دیتااور مدینہ والوں کے بچے اس سے کھیلتے۔

(۲)علم نافع میں زیادتی کی دعا

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے نبی ﷺ کویہ حکم فرمایاکہ وہ اپنے علم میں اضافے کی دعاکیاکریں

وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (۱۱۴)طٰہٰ

اور فرمادیجیے !اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

(۳)ظالموں کی ہلاکت کے وقت اپنی نجات کی دعا

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی راہبری کی کہ جب کافروں،ظالموں اورنافرمانوں کوعذاب دینے کاوقت آئےتواس وقت اپنی نجات کے لیے دعامانگاکریں،ارشادہے

قُلْ رَبِّ إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ (۹۳) رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِي فِي الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۹۴)المومنون

(اے محمد ﷺ) کہوکہ اے پروردگار!جس عذاب کاان(کفار)سے وعدہ ہواہے اگرتومیری زندگی میں ان پرنازل کرکے مجھے دکھائے۔ تو اے پروردگار! مجھے (اس سے محفوظ رکھیے اور) ان ظالموں میں شامل نہ کیجیے۔

قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں مشرکین وکفارپرعذاب کی وعید مذکورہے جوعام ہے قیامت میں تو اس کاوقوع قطعی اوریقینی ہے دنیامیں ہونے کابھی احتمال ہے پھر یہ عذاب اگر دنیامیں ان پرواقع ہوتواس

میں یہ احتمال بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بعد آئے اور یہ بھی احتمال ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں آپ ہی کے سامنے ان پر اللہ کا کوئی عذاب آجائے اور دنیا میں جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو بعض اوقات اس عذاب کا اثر صرف ظالموں ہی پر نہیں رہتا بلکہ نیک لوگ بھی اس سے دنیاوی تکلیف میں متاثر ہوتے ہیں گو آخرت میں ان کو کوئی عذاب نہ ہو بلکہ اس دنیا کی تکلیف پر جو ان کو پہنچتی ہے اجر بھی ملے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً،

یعنی ایسے عذاب سے ڈرو جو اگر آگیا تو صرف ظالموں ہی تک نہیں رہے گا دوسرے لوگ بھی اس کی لپیٹ میں آئیں گے۔

ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو یہ دعا تلقین فرمائی گئی ہے کہ یا اللہ اگر ان لوگوں پر آپ کا عذاب میرے سامنے اور میرے دیکھتے ہوئے ہی آنا ہے تو مجھے ان ظالموں کے ساتھ نہ رکھیے۔ رسول اللہ ﷺ کا معصوم اور عذاب الٰہی سے محفوظ ہونا اگرچہ آپ ﷺ کے لئے یقینی تھا مگر پھر بھی اس دعا کی تلقین اس لئے فرمائی گئی کہ آپ ﷺ ہر حال میں اپنے رب کو یاد رکھیں اس سے فریاد کرتے رہیں تاکہ آپ کا اجر بڑھے (قرطبی)

(۴)۔ جھٹلانے والوں سے علیحدگی کی دعا

قَالَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (۱۱۲)الانبیاء

(پیغمبر نے کہا) کہ اے میرے پروردگار! حق کے ساتھ فیصلہ کردے اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے، اسی سے ان باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو مدد مانگی جاتی ہے۔

اکثر انبیاء جب اپنی زندگی بھر اللہ کی طرف دعوت دینے کے بعد کافروں کی طرف سے مایوس ہوگئے تو انہوں نے ایسی ہی یا ان الفاظ سے ملے جلے الفاظ میں دعا کی کہ یا اللہ! اب تو ہی ان کافروں کے اور ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ فرمادے۔ چنانچہ اس رسول (یعنی نبی ﷺ) نے بھی کافروں کو مخاطب کرکے فرمایا: کہ جس طرح تم اللہ کی آیات کا مذاق اڑاتے رہے ہو اور مسلمانوں کو اپنی تضحیک اور ظلم و ستم کا نشانہ بناتے رہے ہو تو اس کے رد عمل کے طور پر ہم اپنے پروردگار کی طرف ہی رجوع کرتے ہیں جو نہایت مہربان ہے اور ایسے مشکل اوقات میں اسی سے مدد طلب کرنا چاہئے۔(تیسیر القرآن)

(۵)۔ قیامت کے دن مکمل نور اور مغفرت کی دعا

قیامت کے دن جب کافروں اور منافقوں کو تاریکیاں اور اندھیرے گھیر لیں گے، اس وقت حضرات انبیاء کرام اور اہل ایمان اپنے سامنے اور اپنی داہنی طرف اپنا نور دوڑتا ہوا دیکھیں گے تو وہ پکار اٹھیں گے

رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (۸)التحریم

اور وہ خدا سے التجا کرینگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارا نور ہمارے لئے پورا کر اور ہمیں معاف فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اہل ایمان کے آگے آگے نور کے دوڑنے کی یہ کیفیت اس وقت پیش آئے گی جب وہ میدان حشر سے جنت کی طرف جارہے ہوں گے۔ وہاں ہر طرف گھپ اندھیرا ہوگا جس میں وہ سب لوگ ٹھوکریں کھارہے ہوں گے جن کے حق میں دوزخ کا فیصلہ ہو گا، اور روشنی صرف اہل ایمان کے ساتھ ہو گی جس کے سہارے وہ اپنا راستہ طے کر رہے ہوں گے۔ اس نازک موقع پر تاریکیوں میں بھٹکنے والے لوگوں کی آہ وفغاں سن سن کر اہل ایمان پر خشیت کی کیفیت طاری ہو رہی ہو گی، اپنے قصوروں اور اپنی کوتاہیوں کا احساس کر کے انہیں اندیشہ لاحق ہو گا کہ کہیں ہمارا نور بھی نہ چھن جائے اور ہم ان بدبختوں کی طرح ٹھوکریں کھاتے نہ رہ جائیں ۔ اس لیے وہ دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمارے قصور معاف فرما دے اور ہمارے نور کو جنت میں پہنچنے تک ہمارے لیے باقی رکھ۔ ابن جریر نے حضرت عبداللہ بن عباس کا قول نقل کیا ہے کہ: رَبَّنَا اَتمِم لَنَا نُورَنَا کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالی سے دعا کریں گے کہ ان کا نور اس وقت تک باقی رکھا جائے اور اسے بجھنے نہ دیا جائے جب تک وہ پل صراط سے بخیریت نہ گزر جائیں (تفہیم القرآن)

(۶)۔ مغفرت اور رحمت کی دعا

وَقُلْ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ (۱۱۸)المومنون

اور فرمادیجیے! اے میرے رب! معاف کردے اور رحم فرما اور تو رحم کرنے والوں میں بہترین ہے۔

رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ یہاں اغفر اور ارحم دونوں کا مفعول ذکر نہیں کیا گیا کہ کیا معاف کریں اور کس چیز پر رحم کریں اس سے اشارہ عموم کی طرف ہے کہ دعاء مغفرت شامل ہے ہر مضر اور تکلیف دہ چیز کے ازالہ کو اور دعا رحمت شامل ہے ہر مراد اور محبوب چیز کے حاصل ہونے کو کیونکہ دفع مضرت اور جلب منفعت جو انسانی زندگی اور اس کے مقاصد کا خلاصہ ہیں دونوں اس میں شامل ہو گئے (مظہری)

اور رسول اللہ ﷺ کو دعا مغفرت ورحمت کی تلقین باوجود یکہ آپ معصوم اور مرحوم ہی ہیں دراصل امت کو سکھانے کیلئے ہے کہ تمہیں اس دعا کا کتنا اہتمام کرنا چاہئے (معارف القرآن، قرطبی)

(۷)۔ ہجرت کے وقت آپ ﷺ کی دعا

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ معظمہ میں تھے پھر آپ کو ہجرت مدینہ کا حکم دیا گیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی

وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ

اس میں لفظ مُدْخَلَ اور مُخْرَجَ داخل ہونے اور خاج ہونے کی جگہ میں اسم ظرف ہے اور ان کے ساتھ صفت صدق بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ یہ نکلنا اور داخل ہونا سب اللہ کی مرضی کے مطابق خیر وخوبی کے ساتھ ہو

دعا کے الفاظ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کے وقت یہ دعا پڑھنے کا ارشاد فرمایا

وَقُلْ رَبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَلْ لِي مِنْ لَدُنْكَ سُلْطَانًا نَصِيرًا

اور کہہ دیجیے! اے میرے پروردگار مجھے (مدینے میں) اچھی طرح داخل کیجیے اور (مکے سے) اچھی طرح نکال لیجیے۔ اور اپنے ہاں سے زور وقوت کو میرا مددگار بنا دیجیے۔ (سورۃ الاسراء ۸۰)

ہجرت مدینہ کے وقت حق تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو اس دعاء کی تلقین فرمائی کہ مکہ سے نکلنا اور پھر مدینہ پہنچنا دونوں خیر وخوبی اور عافیت کے ساتھ ہوں اسی دعاء کا ثمرہ تھا کہ ہجرت کے وقت تعاقب کرنے والے کفار کی زد سے اللہ تعالیٰ نے ہر قدم پر بچایا اور مدینہ طیبہ کو ظاہراً و باطناً آپ کے اور سب مسلمانوں کے لئے ساز گار بنایا اسی لئے بعض علماء نے فرمایا کہ یہ دعاء ہر مسلمان کو اپنے تمام مقاصد کے شروع میں یاد رکھنا چاہئے اور ہر مقصد کے لئے یہ دعا مفید ہے اسی دعا کا تکملہ بعد کا جملہ ہے واجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کو یہ معلوم تھا کہ منصبِ رسالت کے فرائض کی ادائیگی اور دشمنوں کے نرغے میں کام کرنا اپنے بس کا نہیں اس لئے حق تعالیٰ سے غلبہ اور نصرت کی دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور اس کے آثار سب کے سامنے آ گئے۔

دعائے آدم علیہ السلام

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام اور حضرت اماں حوا علیھا السلام دونوں جنت میں داخل ہوئے تو ربُّ العالمین نے ان دونوں کو حکم دیا کہ وہ جنت کے تمام درختوں سے پھل کھائیں مگر ایک درخت سے نہ کھائیں ،شیطان نے ان دونوں کو جنت سے نکلوانے کے تمام جتن کیے، تمام حربے استعمال کیے، انہیں خوب خوب دھوکہ دینے کی کوشش کی، چنانچہ ان دونوں نے جنت کے اس درخت سے کھالیا، جس سے ان دونوں کا ستر کھل گیا اور وہ اپنی ستر گاہ کو ڈھانپنے لگے اور ان پر جنت کے درختوں کے پتے رکھنے لگے، رب العالمین نے اس وقت ان دونوں کو آواز دی کہ میں نے تم دونوں کو اس درخت کے کھانے سے منع نہیں کیا تھا؟ کیا میں نے تم دونوں کو نہیں کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا ہوا دشمن ہے؟ یہ وہ موقع تھا جب دونوں نے اپنی خطاء کا اعتراف کیا اور اپنی لغزش کا اقرار کیا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بخشش کی التجا کرنے لگے، اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا:

وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَأَقُلْ لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ (۲۲) قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۲۳)الاعراف

اور انہیں ان کے رب نے پکارا کیا میں نے تمہیں اس درخت سے منع نہیں کیا تھا؟ اور تمہیں کہہ نہ دیا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ ان دونوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے۔

قرآن حکیم کی روشنی میں اس بات کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا اس ممنوعہ درخت سے کھانا بھول کی وجہ سے ہوا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا (۱۱۵)طٰہ

اور ہم نے اس سے پہلے آدم سے بھی عہد لیا تھا پھر وہ بھول گیا اور ہم نے اس میں پختگی نہ پائی۔

حضرت آدم علیہ السلام نے شیطان کی بات سننے، اس کی نصیحتوں پر خاموشی اختیار کرنے اور شیطانی دروازہ کھلنے پر اپنے کو ملامت کیا، ان کی شایانِ شان یہ تھا کہ وہ شیطانی راستوں اور گزرگاہوں کو بند کرتے

، مگر ایسا نہ ہوسکنے کی وجہ سے انہوں نے اپنی لغزش اور قصور کا اعتراف کیا، اس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی اور بخشش کا سوال کیا۔

علامہ ابن جوزیؒ نے اپنی مشہور و معروف کتاب صفۃ الصفوہ میں حرم مکی کے ایک عبادت گزار کا واقعہ تحریر کیا ہے، جس نے اپنے گناہوں اور لغزشوں کے اعتراف و اقرار میں آدم علیہ السلام کی پیروی کی تھی، علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ

میں طواف میں مصروف تھا، اچانک میری نظر ایک دیہاتی پر پڑی، وہ کعبہ کے غلاف کے ساتھ چمٹا ہوا تھا، اس کی نگاہیں آسمان کی سمت اٹھی ہوئی تھیں، وہ اسی عالم میں کہہ رہا تھا

يَا خَيرَ مَن وَفَدَ الأَنَامُ إِلَيهِ، ذَهَبَت أَيَّامِي، وَضَعُفَت قُوَّتِي، وَقَد وَرَدَت إِلَى بَيتِكَ المُعَظَّمِ المُكَرَّمِ بِذُنُوبٍ كَثِيرَةٍ لَا تَسَعُهَا الأَرضُ وَلَا تَغسِلُهَا البِحَارُ، مُستَجِيراً بِعَفوِكَ مِنهَا، وَحَطَّتُ رَحلِي بِفِنَائِكَ، وَأَنفَقتُ مَالِي فِي رِضَاكَ، فَمَاذَا الَّذِي يَكُونُ مِن جَزَائِكَ يَا مَولَايَ؟

اے وہ بہترین ذات! جس کی طرف لوگ مہمان بن کر آتے ہیں، میرا وقت ختم ہوگیا ہے اور میری قوت کمزور ہو چکی ہے، میں اتنے زیادہ گناہ لے کر تیرے عزت والے اور شرافت والے گھر کی طرف آیا ہوں جو زمین میں نہیں سما سکتے، جن کو سمندر نہیں دھو سکتے، میں تجھ سے ان گناہوں کی معافی مانگنے آیا ہوں، میں نے اپنی سواری تیرے گھر کے آنگن میں باندھ دی ہے، میں نے اپنا مال تیری رضا کے لیے خرچ کر دیا ہے، اے میرے مولا! تیری طرف سے اس کا کیا بدلہ ہے؟

پھر وہ دیہاتی بدو لوگوں کی طرف متوجہ ہوا، اور کہنے لگا، اے لوگوں کے گروہ! اس آدمی کے لیے دعا کرو جس کی خطائیں بہت زیادہ ہیں، جسے مصیبتوں نے گھیر لیا ہے، مصیبت زدہ قیدی اور فقر و فاقہ میں مست مسافر پر رحم کھاؤ، میں نے تم سے اس چیز کا سوال کیا ہے جس کی طرف تمہیں رغبت ہے، وہ یہ کہ تم اللہ سے سوال کرو کہ وہ میری خطاؤں اور میرے گناہوں سے درگزر کر دے۔

اتنا کہنے کے بعد وہ دیہاتی بدو پھر غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹ گیا، اور عرض کرنے لگا

اے میرے معبود! اور اے میرے آقا! بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہوں، نیک اعمال سے دور ہوں، اے میرے مولا! تیری رحمت کی تلاش میں فاقے کی نوبت آگئی ہے۔

محمد بن صالح کہتے ہیں کہ پھر میں نے اس دیہاتی بدو کو عرفات کے میدان میں دیکھا، وہ اپنا سر اپنی پیشانی پر رکھے ہوئے تھا، چیخ رہا تھا، رو رہا تھا اور ہانپ رہا تھا، اور کہہ رہا تھا،

إِلٰهِي وَسَيِّدِي وَمَولَايَ أَضحَكَتِ الأَرضُ بِالزَّهرِ، وَأَمطَرَتِ السَّمَاءُ بِالرَّحمَةِ، وَكَيفَ لَا يَكُونُ كَذٰلِكَ، وَأَنتَ حَبِيبُ مَن تُحَبِّبُ إِلَيكَ، وَقُرَّةُ عَينِ مَّن لَّاذَ بِكَ وَانقَطَعَ إِلَيكَ؟ يَا مَولَايَ حَقاً حَقاً أَقُولُ؛ لَقَد أُمِرتُ بِمَكَارِمِ الأَخلَاقِ فَاجعَل وُفُودِي إِلَيكَ عِتقَ رَقَبَتِي مِنَ النَّارِ

اے میرے معبود! میرے آقا، میرے مولا! زمین پھولوں سے خوشنما لگ رہی ہے، آسمان نے رحمت برسا دی ہے اور یہ کیوں نہیں ہو سکتا، کیونکہ تو اس شخص کا دوست ہوتا ہے جو تیرے ساتھ محبت رکھتا ہے اور اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو جاتا ہے جو تیری پناہ میں آتا ہے اور تیری طرف یکسو ہو جاتا ہے، اے مولا! سچ ہے ،سچ ہے، میں کہتا ہوں کہ تو نے عمدہ اخلاق اختیار کرنے کا حکم دیا ہے پس تو میرا اپنی طرف آنے کو دوزخ سے آزادی کا پروانہ بنا دے۔ (صفۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۵۱۵، عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی)

اللہ سے مکالمہ

حضرت ابن عباسؓ نے فَتَلَقّٰی آدَمُ مِن رَّبِّہٖ کَلِمَاتٍ کے ذیل میں حضرت آدم علیہ السلام اور اللہ کے درمیان ہونے والا مکالمہ بیان کیا ہے جسے حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں نقل فرمایا ہے، حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا

أَيْ رَبِّ أَلَمْ تَخْلُقْنِي بِيَدِكَ؟ قَالَ: بَلَى . قَالَ: أَيْ رَبِّ، أَلَمْ تَنْفُخْ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ؟ قَالَ: بَلَى . قَالَ: أَيْ رَبِّ، أَلَمْ تُسْكِنِّي جَنَّتَكَ؟ قَالَ: بَلَى . قَالَ: أَيْ رَبِّ أَلَمْ تَسْبِقْ رَحْمَتُكَ غَضَبَكَ؟ قَالَ: بَلَى . قَالَ: أَرَأَيْتَ إِنْ تُبْتُ وَأَصْلَحْتُ أَرَاجِعِي أَنْتَ إِلَى الْجَنَّةِ؟ قَالَ: بَلَى

اے میرے رب! کیا تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا؟ اللہ نے فرمایا: ہاں، آدم نے عرض کیا: اے میرے رب! کیا تو نے مجھ میں اپنی روح نہیں پھونکی؟ اللہ نے فرمایا: ہاں، آدم نے عرض کیا: اے میری رب! کیا تو نے مجھے اپنی جنت میں نہیں ٹھہرایا تھا؟ اللہ نے فرمایا: ہاں، آدم نے عرض کیا: اے میرے رب! کیا تیری رحمت تیرے غصے سے سبقت نہیں رکھتی؟ اللہ نے فرمایا: ہاں، آدمؑ نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے بتایئے کہ اگر میں توبہ کر لوں اور اصلاح کروں تو کیا آپ مجھے جنت کی طرف لوٹا دیں گے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں۔ (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۹۴)

حضرت آدم علیہ السلام نے جو کلمات ادا کیے یقیناً یہ ان کی طرف سے اعلان ندامت تھا، اللہ کی طرف رجوع تھا، اپنی لغزش اور قصور کا اعتراف تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی، ان کی دعا قبول کی، اور جس بات سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دار کیا تھا کہ اگر تم نے توبہ نہ کی تو نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے ، اللہ نے انہیں نقصان اٹھانے والوں سے نہیں بنایا بلکہ ان کی توبہ قبول کرتے ہوئے انہیں اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمادیا، یہ ان پر اور ان کی زوجہ اماں حوا پر اللہ کا فضل واحسان تھا، ارحم الراحمین کی رحمت اور خیر الغافرین کی بخشش تھی۔

دعائے نوح علیہ السلام

رب العالمین نے حضرت نوح علیہ السلام کو ایسی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا جو کافر تھی، جھٹلانے والی تھی، معاند تھی، سرکش تھی، مجرم تھی، جس نے اللہ کے نبی کو گالیاں دیں اور اہل ایمان کو گالیاں دیں، رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (٦٠)الاعراف

اس کی قوم کے سرداروں نے کہا ہم تجھے صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں

اسی طرح قرآن کریم نے بتایا کہ ان کافروں نے یوں کہا

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ (٢٧)هود

پھر اس کی قوم کے جو کافر سردار تھے وہ بولے ہمیں تو تم اپنے جیسے ہی ایک آدمی نظر آتے ہو اور ہمیں تو تمہارے پیرو وہی نظر آتے ہیں جو ہم میں سے رذیل ہیں وہ بھی سرسری نظر سے اور ہم تم میں اپنے سے کوئی فضیلت بھی نہیں پاتے بلکہ تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔

ان لوگوں نے اللہ کے پیغمبر کو مجنون قرار دیا، قرآن کریم نے ان کی بات نقل فرمائی ہے

إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوا بِهِ حَتَّى حِينٍ (٢٥)المؤمنون

یہ تو بس ایک دیوانہ آدمی ہے پس اس کا ایک وقت تک انتظار کرو۔

ہلاکت کی دعا

یہ لوگ کس قدر شرارتوں سے بھرے ہوئے تھے، ایک تو وہ پیغمبر کو گالیاں دیتے اوپر سے انہیں کہتے کہ نوح بہت جھگڑے ہو چکے، تو اللہ کا عذاب لانا چاہتا ہے تو لے آ، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات بھی قرآن میں نقل فرمائی

قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (۳۲)

انہوں نے کہا کہ نوح تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور جھگڑا بھی بہت کیا لیکن اگر سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر نازل کرو۔ (سورۃ ھود)

ان کے جھٹلانے کی وجہ سے، ان کی گمراہی کی وجہ سے، ان کے برے اقوال وافعال کی وجہ سے، ان کی طرف سے جلد عذاب کی طلب کے باعث اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کو اطلاع دے دی کہ اہل ایمان کے علاوہ کوئی بھی نہیں مانے گا، کوئی ایمان نہیں لائے گا،

وَأُوحِيَ إِلَى نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (۳۶)هود

اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے ان کے سوا اور کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ تو جو کام یہ کر رہے ہیں انکی وجہ سے غم نہ کھاؤ۔

ان لوگوں میں ایسی مذموم صفات جمع ہو گئی تھیں جن کی وجہ سے کسی رسول کی دعوت، کسی نبی کی ہدایت، کسی دوست کا وعظ، کسی ناصح کی نصیحت اور کسی راہبر کی راہنمائی فائدہ نہیں دے سکتی تھی، اس وقت نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں زاری کی کہ وہ ان کافروں سے اپنے بندوں اور شہروں کو راحت عطا فرما اور ان کی گندگی، ان کی گمراہی سے اس زمین کو پاک کر دے، ان کو ہلاک کر دے، ان کو حسرت کی آگ میں جھونک دے، ان کو ذلت سے ہمکنار کر دے، ان کی قوت اور طاقت کو کمزور کر دے، جیسے ارشاد ہے

وَقَالَ نُوحٌ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا (۲۶) إِنَّكَ إِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا (۲۷) رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا تَبَارًا (۲۸)(نوح)

اور نوح نے کہا: اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی رہنے والا نہ چھوڑ، اگر تو ان کو رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو اولاد ہو گی وہ بھی بدکار اور ناشکر گزار ہو گی، اے میرے پردوردگار! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما۔ اور ظالم لوگوں کے لیے اور زیادہ تباہی بڑھا۔

یہاں اس حق کو جھٹلایا نہیں جاسکتا، اس یقین میں شک نہیں کیا جاسکتا، اس سچائی کو غلط نہیں قرار دیا جا سکتا کہ رسول عربی ﷺ کو کس قدر ستایا گیا، آزمایا گیا، مارا گیا، دشنام گیا، گھر سے بے گھر کیا گیا، دیس سے بے دیس کیا گیا، خانماں سے بے خانماں کیا گیا، الزام تراشیوں کی ایک لمبی فہرست ہے، گالم گلوچ کی ایک فہرست ہے، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ صبر و ثبات کے پہاڑ بنے رہے، آپ ﷺ نے ان مخالفین کے خلاف اللہ سے انتقام لینے کی درخواست نہیں کی، اللہ کے عذاب کے لیے دعائیں نہیں مانگیں۔

نوحؑ کی طرف سے مدد کی درخواست

قرآن کریم نے بتایا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جھٹلانے والوں کے خلاف اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کی تھی، سورۃ المومنون میں ہے

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ (۲۶)المومنون

کہا اے میرے رب! تو میری مدد کر کیونکہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔

اسباب اختیار کرنے کا حکم

حضرت نوح علیہ السلام کی فریاد پر رب العالمین نے ارشاد فرمایا کہ وہ اسباب اختیار کریں تا کہ مدد کی جائے اور کافروں کا فیصلہ کیا جائے کیونکہ اللہ کوشش کرنے والوں کا بہترین مدد گار ہے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

فَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ أَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا (المومنون۲۷)

پھر ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا۔

عرش سے نالوں کا جواب آیا

چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ کے حکم کی تعمیل میں کشتی تیار کرلی، وہ اوران کے ساتھ جو ایمان والے تھے وہ اس میں سوار ہوگئے، پھر اللہ کی طرف سے انتقام کا کوڑا برسا، رب العالمین کے حکم سے آسمان سے چھما چھم بارش برسادی گئی، زمین سے چشمے ابال دیے گئے، زمین پر چلتی ایک ایک موج پہاڑ کے برابر تھی، یہ نوح علیہ السلام کی فریاد کا عرش سے جواب آیا تھا، ارشاد ربانی ہے

وَلَقَدْ نَادَانَا نُوحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيبُونَ (۷۵) وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ (۷۶) وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ (۷۷) وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (۷۸) الصافات

اور ہمیں نوح نے پکارا پس ہم کیا خوب جواب دینے والے ہیں اور ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی۔ اور ہم نے اس کی اولاد ہی کو باقی رہنے والی کر دیا اور ہم نے ان کے لیے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی۔

وَنُوحًا إِذْ نَادَى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ (۷۶) وَنَصَرْنَاهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ (۷۷)

اور نوح کو جب اس نے اس سے پہلے پکارا پھر ہم نے اس کی دعا قبول کرلی پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو گھبراہٹ سے بچا لیا اور ہم نے اس کی مدد کی ان لوگوں پر جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے بیشک وہ برے لوگ تھے پھر ہم نے ان سب کو غرق کر دیا (الانبیاء)

سورۃ القمر میں ارشاد ہے

فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ (۱۰) فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ (۱۱) وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (۱۲) وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ (۱۳) تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ (۱۴) القمر

پھر نوح نے اپنے رب کو پکارا کہ میں تو مغلوب ہوگیا تو میری مدد کر پھر ہم نے موسلا دھار پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیے اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیے پھر جہاں تک پانی کا چڑھاؤ چڑھنا ٹھہر چکا تھا چڑھ آیا اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا جو ہماری عنایت سے چلتی تھی یہ اس کا بدلہ تھا جس کا انکار کیا گیا تھا۔

کشتی پر سوار نوح علیہ السلام کی دعا

حضرت نوح علیہ السلام کے مخالفین کو اب نیست و نابود کرنے کا وقت آن پہنچا، جب کشتی پر سوار ہوئے تو رب العالمین نے اس نعمت کا شکریہ ادا کرنے کا ارشاد فرمایا، کیونکہ نعمت پر جب شکریہ ادا کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نعمت کو بڑھا دیتے ہیں، کیونکہ ابھی صرف مخالفین کی تباہی کا ہی معاملہ نہیں تھا بعد میں بھی امن و سکون ملنے کی بات باقی تھی، اس لیے اللہ نے فرمایا:

فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۲۸) وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (۲۹)المومنون

پھر جب تو اور جو تیرے ساتھ ہے کشتی پر چڑھ بیٹھو تو کہہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں ظالموں سے چھڑایا اور کہہ اے میرے رب! مجھے برکت کے ساتھ اتار اور تو بہتر اتارنے والا ہے۔

سواری کی تسخیر پر کلمات تشکر

جب اللہ نے نوح علیہ السلام کے لیے کشتی کو مسخر کر دیا تو فرمایا کہ یہ سواری آپ کے تابع ہو چکی ہے، اس لیے رب العالمین کی تعریف و ستائش کیجیے جس نے اسے آپؐ کے تابع کیا ہے۔ ارشاد ہے

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ (۱۲) لِتَسْتَوُوا عَلَى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ (۱۳) وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ (۱۴)الزخرف

اور وہ جس نے ہر قسم کے جوڑے بنائے اور تمہارے لیے وہ کشتیاں اور چار پائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ ان کی پیٹھ پر چڑھ کر اپنے رب کا احسان یاد کرو جب کہ تم ان پر اچھی طرح بیٹھ جاؤ اور کہو وہ ذات پاک ہے جس نے ہمارے لیے اسے مطیع کر دیا اور ہم اسے قابو میں لانے والے نہ تھے اور بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کے حکم کی بجاآوری کرتے ہوئے اپنے ایمان والے ساتھیوں کو فرمایا

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ (۴۱)ھود

اور کہا اس میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے نام سے ہے بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

یہ کشتی اہل ایمان کو لے کر ان موجوں پر چلنے لگی جو پہاڑ کی طرح تھیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور ان پر ایمان لانے والوں کی حفاظت کی اور بسلامت کنارے لگایا، جب کہ مخالفین ان موجوں کے تھپیڑوں کی نذر ہو گئے۔

نوحؑ کا بیٹا کنعان موجوں کی نذر

جب کشتی نوح علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کو لے کر چل رہی تھی، اس وقت حضرت نوح نے اپنے بیٹے کنعان کو کافروں کے ہمراہ دیکھا جو ان موجوں سے چھپنے اور بچنے کی کوشش کر رہا ہے، وہ پہاڑی پر پناہ لینا چاہتا تھا جہاں رب العالمین کا عذاب اسے نہ پکڑ تا اور وہ ان عذابی موجوں سے محفوظ رہ جاتا، مگر آج جب رب العالمین کے عذاب کا کوڑا پانی کی شکل میں برس رہا تھا اسے کون بچا سکتا تھا، آج اللہ کے امر اور اس کے حکم سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا، آج وہی بچ سکتا تھا جس پر قدرت والا مہربان ہوتا، ایسے عالم میں حضرت نوح نے اپنے بیٹے کنعان کو پکارا، جس کا تذکرہ قرآن کریم نے یوں کیا

وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ (۴۲) قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ (۴۳)هود

اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا جب کہ وہ کنارے پر تھا اے بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ رہ۔ کہا میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں جو مجھے پانی سے بچا لے گا کہا آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں مگر جس پر وہی رحم کرے اور دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی پھر ڈوبنے والوں میں ہو گیا۔

حضرت نوح کی بیٹے کے لیے فریاد

اس مشکل ترین گھڑی میں جب نافرمان اور کافر بیٹے نے اپنے مہربان والد کی بات کی طرف توجہ نہ دی، کافروں کی سنگت ہی پر خوش رہا تو رب العالمین کے قہر و غضب کا شکار ہو گیا، اسے آج کے دن کے اس خوفناک عذاب سے کوئی نہیں بچا سکا، اس موقع پر مہربان پیامبر نے اپنے بیٹے کے لیے رب تعالیٰ کی بارگاہ میں فریاد کی، اسے قرآن نے یوں بیان کیا

وَنَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ الْحَاكِمِينَ (۴۵) قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ (۴۶) قَالَ رَبِّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَإِلَّا تَغْفِرْ لِي وَتَرْحَمْنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ (۴۷)هود

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اے رب! میر ابیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور بے شک تیر اوعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حاکم ہے۔ فرمایا: اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل اچھے نہیں ہیں سو مجھ سے مت پوچھ جس کا تجھے علم نہیں میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں جاہلوں میں نہ ہو جاؤ، کہا: اے رب! میں تیری پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ تجھ سے وہ بات پوچھوں جو مجھے معلوم نہیں اور اگر تو نے مجھے نہ بخشا اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں نقصان والوں میں ہو جاؤں گا۔

دعا کی قبولیت

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی دعا میں یوں کہا تھا

وَقُلْ رَبِّ أَنْزِلْنِي مُنْزَلًا مُبَارَكًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ (۲۹)المومنون

اے رب! تو مجھے برکت کے ساتھ اتار اور تو بہترین اتارنے والا ہے۔

رب العالمین نے اس دعا کو قبول فرمالیا، جب کشتی جودی پہاڑ پر جا ٹھہری تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَى أُمَمٍ مِمَّنْ مَعَكَ (۴۸)هود

کہا گیا اے نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تم پر اور تمہارے ساتھ والوں پر رہیں گی کشتی سے اتر۔

اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں کافروں کو غرق کر دیا، نوح علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو نجات عطا فرمائی، کافروں کو ہلاک کرنے کی دعا نوح علیہ السلام نے اس وقت کی تھی جب دعوت دے کر اتمام حجت کر چکے تھے مگر وہ قوم کسی طرح ایمان لانے والی نہیں تھی، دن رات کی محنت شاقہ کا نتیجہ نفرت اور انکار کے سوا کچھ نہیں تھا اور یہ کوئی ایک دو دن، ہفتہ دو ہفتے، سال اور دو سال کی بات نہیں تھی، یہ ساڑھے نو سال پر پھیلا ایک طویل زمانہ تھا، گویا دس صدیاں تھیں، جن میں پیغمبر نے دعوت دی، لوگوں کی باتیں سنیں، لوگوں کے طعنے سنے، لوگوں کی گالیاں سنیں، ان کی طرف سے دھمکی آمیز لہجے میں باتیں کی گئیں وہ برداشت کیں، بالآخر پیمانہ صبر جب لبریز ہو گیا تو اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیئے۔

دعائے ہود علیہ السلام

رب العالمین نے قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا، قوم عاد بتوں کی پوجا کرتی تھی ،اپنے پیشرو قوم نوح کی طرح نہ صرف یہ کہ بت پوجتی تھی بلکہ بت بناتی بھی تھی، جس طرح قوم نوح پانچ بتوں کی پرستار تھی اسی طرح قوم عاد بھی ان کی پوجا کرتی تھی ان پانچ کے علاوہ ان کے دو بت اور بھی تھے ایک صمود اور دوسرا ہتار۔

قوم عاد بڑی شان و شوکت والی قوم تھی، جسمانی قوت کے لحاظ سے ایسے طاقتور تھے کہ وہ ببانگ دہل کہتے تھے کہ ہم سے زیادہ طاقت والا کون ہے؟ اسی طاقت کے غرور میں مبتلا ہو کر انہوں نے اللہ کی وحدانیت کو پس پشت ڈالا، شرک و بت پرستی میں لگ گئے، حقائق کو تسلیم کرنے کی بجائے خرافات میں کھو گئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی ایک سب سے زیادہ معزز شاخ خلود میں سے حضرت ہود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

حضرت ہود علیہ السلام نے آکر اپنی قوم کو سمجھایا کہ اپنی طاقت اور حکومت پر غرور نہ کرو، بلکہ رب العالمین کا شکر ادا کرو جس نے تمہیں یہ طاقت اور حکومت عطا کی ہے، قوم نوح کی تباہی اور بربادی کے بعد تمہیں زمین میں بسایا، خوش عیشی، فارغ البالی اور خوشحالی بخشی، اس لیے اللہ کی نعمتوں کو فراموش نہ کر، اپنے ہاتھوں سے تراشیدہ بتوں کی پوجا پاٹ نہ کر، یہ بت محض بے جان اور بے ضرر مخلوق ہے، ان سے نفع اور نقصان کی امید رکھنا فضول ہے، یہ کچھ نہیں کرسکتے، زندگی اور موت، نفع اور نقصان صرف ایک اکیلے اللہ کے ہاتھ میں ہے تم ایک عرصہ تک اللہ کی نافرمانی کرتے رہے ہو، سرکشی اور تکبر میں مبتلا رہے ہو، مگر اب بھی تمہارے پاس وقت ہے کہ توبہ کرلو، تکبر چھوڑ دو، سرکشی سے باز آجاؤ، بت پرستی چھوڑ دو، رب العالمین کے آستانہ رحمت پر اپنے کو جھکالو تو اس کی رحمت بہت وسیع ہے، اس کا در توبہ ابھی بھی کھلا ہوا ہے ،اس سے اپنے گناہوں اور سرکشیوں کی معافی مانگو وہ تمہیں معاف کردے گا، بے خوفی اور گندی زندگی سے رجوع کرتے ہوئے تقویٰ اور پاکیزہ زندگی اختیار کرو تو وہ تمہیں دن دونی رات چوگنی ترقی دے گا، بہت زیادہ عزت سے مالامال کردے گا۔

حضرت ہود علیہ السلام دعوت واصلاح کے لیے صبح وشام سرگرم رہے، لوگوں کو آگاہ کرتے رہے کہ میں خالص اللہ کے لیے تمہیں پیغام ہدایت سنا رہا ہوں، میری کوئی دنیوی غرض اور ذاتی مفاد تم سے نہیں ہے، میں جس کام کے لیے مصروف کار ہوں اس کا اجر صرف اللہ ہی سے لوں گا، تم سے کوئی مطلب اور ڈیمانڈ نہیں ہے۔

عاد میں نیک سرشت تو انگلیوں پر گنے جاسکتے تھے مگر اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو سر تاپا شرارت کے مجسمے تھے، انہیں ہود علیہ السلام کی باتیں اچھی نہیں لگتی تھیں اور نہ ہی انہیں ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرسکتے تھے، اس لیے انہوں نے پیغمبر کا مذاق اڑایا، انہیں بے وقوف کہا، انہیں جھٹلایا اور کہنے لگے کہ اے ہود! تو ہمارے پاس ایک دلیل بھی نہ لایا اور نہ ہی ہم تیرے کہنے پر اپنے معبودوں کو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں کہا کہ میں بے وقوف نہیں ہوں، پاگل بھی نہیں ہوں، میں تو بلاشبہ اللہ کا رسول ہوں، رب العالمین اپنے بندوں کی اصلاح اور ہدایت کے لیے بے وقوف لوگوں کا انتخاب نہیں کرتا کہ اس کا نقصان نفع سے زیادہ ہو جائے اور ہدایت کی جگہ گمراہی عام ہو جائے وہ اس عظیم الشان کام کے لیے ایسے لوگوں کو نبی بناتا ہے جو اس کی اہلیت اور صلاحیت رکھتے ہوں۔

حق تو یہ تھا کہ قوم ان مخلصانہ اور ہمدردانہ باتوں پر غور کرتی اور ایمان لے آتی مگر انہوں نے اپنی سرکشیانہ اور باغیانہ سرگرمیاں تیز کردیں، پہلے جو کچھ کہتے تھے اب اس سے زیادہ کہنا شروع کردیا، ان کا کہنا تھا کہ ہود نے جب سے ہمارے معبودوں کو برا کہنا شروع کیا ہے یہ ان کی بددعا کے نتیجے میں پاگل اور مجنون ہو گیا ہے، وہ اپنے تئیں اس الزام تراشی کو بڑی کامیابی خیال کرتے تھے کہ شاید اب ہود علیہ السلام کی طرف کوئی دھیان نہیں دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا

فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ (۳۲) وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يَأْكُلُ مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ (۳۳) وَلَئِنْ أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ (۳۴) أَيَعِدُكُمْ أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُمْ مُخْرَجُونَ (۳۵) هَيْهَاتَ

هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ (۳٦) إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ (۳۷) إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ (۳۸)المومنون

پھر ان میں بھی انھی میں سے ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں پھر تم کیوں نہیں ڈرتے اور اس کی قوم کے سرداروں نے کہا جنہوں نے کفر کیا تھا اور قیامت کی آمد کو جھٹلاتے تھے اور جنہیں ہم نے دنیا کی زندگی میں آسودہ کر رکھا تھا کہ یہ بس تمہی جیسا آدمی ہے وہی کھاتا ہے جو تم کھاتے ہو اور وہی پیتا ہے جو تم پیتے ہو اور اگر تم نے اپنے جیسے آدمی کی فرمانبرداری کی تو بے شک تم گھاٹے میں پڑ گئے کیا تمہیں وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے تو تم نکالے جاؤ گے بہت ہی بعید بہت ہی بعید بات ہے جو تم سے کہی جاتی ہے ہماری صرف یہی دنیا کی زندگی ہے مرتے اور جیتے ہیں اور ہم اٹھائے نہیں جائیں گے بس یہ ایک ایسا شخص ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور ہم اسے ماننے والے نہیں ہیں۔

پیغمبر کی فریاد

جب قوم عاد نے پیغمبر کو اس انداز میں مخاطب کیا، اس طرح پیغمبر کو گالیاں دیں، انکار حق کیا، پیغمبر کو اپنے جیسا قرار دے کر اس کی رسالت کا انکار کیا، رب العالمین کی توحید کو ماننے کی بجائے صنم پرستی اور بت گری پر کمربستہ رہے تو پیغمبر نے ان کے خلاف ہاتھ اٹھا دیے اور عرض کی قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ (۳۹) المومنون کہنے لگے، اے میرے رب! میری مدد کر کہ انہوں نے مجھے جھٹلایا ہے۔

رب تعالیٰ کی طرف سے تسلی

اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں اپنے پیغمبر کو تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا

قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ (۴۰)المومنون

اس کے رب نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ عنقریب ہی ان کو سخت ندامت اور شرمندگی اٹھانا ہو گی۔

قوم کی ڈھٹائی اور جسارت

جب لوگوں نے سخت ستایا تو حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں ڈرایا کہ میں تم پر ایک بڑا عذاب آتا ہوا دیکھ رہا ہوں، تو ان لوگوں نے ڈھٹائی اور جسارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ اے ہود! تیری روز روز کی نصیحتیں ہم سے سنی نہیں جاتیں، ہم تجھ جیسے ناصح سے باز آئے، تو اگر سچا ہے تو جس چیز کا تو ہم سے وعدہ

کررہاہے وہ لے آ، حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میری ناصحانہ اور مخلصانہ مساعی کا اگر یہی جواب ہے تو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب آہی جائے گا، تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

دعائے ہود علیہ السلام اور ربانی کوڑا

ان کی سرکشی، غرور، تکبر، انکار حق، انکار توحید و رسالت، پیغمبر کے استہزا اور مذاق اڑانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب کا کوڑا اس طرح برسایا کہ پہلے پہل ان کو خشک سالی کے عذاب میں مبتلا کیا گیا، یہ لوگ سخت گھبرائے اور پریشان ہوئے، اس عالم میں پیغمبر ہود نے ازراہ ہمدردی انہیں پھر سے نصیحت کی، سمجھایا کہ میری بات مان لو، تمہاری نجات اور فلاح کی یہی صورت ہے کہ میری پیروی کرلو، مگر ازلی بدبختوں پر ان نصیحتوں اور ہمدردیوں کا کوئی اثر نہیں ہوا، بلکہ مزید دشمنی کرنے لگے، اب ایک ہولناک عذاب نے ان کو آن گھیرا، آٹھ دن اور سات راتیں لگاتار تند و تیز طوفان اٹھا جس نے ان کی آبادیوں کو تہہ و بالا کر ڈالا، تنومند اور بڑے بڑے جسموں والے یہ لوگ جنہیں اپنی جسامت وقد و کاٹھ پر بڑا ناز تھا، جس جسمانی ڈیل ڈول کے وہ نعرے لگاتے تھے کہ ہم سے زیادہ طاقت والا کون ہے؟ وہ اس طرح کھلے آسمان تلے، ننگی زمین کی پشت پر پڑے ہوئے تھے جیسے تناور درخت بے جان ہو کر گر جاتا ہے، ان لوگوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا، آنے والوں کے لیے ان کو عبرت کا نشان بنا دیا گیا، دنیا اور آخرت کی لعنت ان پر مسلط کر دی گئی

قرآن کریم نے ایک منظر کشی یوں کی ہے

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ (٦) سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (٧) فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ (٨)الحاقہ

اور لیکن قوم عاد سو وہ ایک سخت آندھی سے ہلاک کیے گئے، وہ ان پر سات راتیں اور آٹھ دن لگاتار چلتی رہی (اگر تو موجود ہوتا) اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا کہ گھری ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں، سو کیا تمہیں ان کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے۔ اسی طرح قرآن کہتا ہے

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ (١٨) إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ (١٩) تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ (٢٠) فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ (٢١)القمر

عاد نے جھٹلایا، پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا، ہم نے ان پر تند ہوا بھیجی ایک نحوست کے دن جو ٹلنے والی نہ تھی، لوگوں کو اکھاڑ پھینکا، گویا کہ وہ کھجور کی اکھڑی ہوئی جڑیں ہیں، پھر کیسا ہوا میرا عذاب اور میرا ڈرانا

دعائے ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی توحید کی طرف لوگوں کو دعوت دینا شروع کی ، اپنے گھر کے لوگوں کو توحید کی طرف بلایا، گھر کے لوگوں نے ان کی دعوت کو تسلیم کر لیا مگر ان کے والد آزر نے ان کی دعوت کو قبول کرنے کے بجائے اس کا انکار کیا، حضرت ابراہیم نے بڑے پیار، محبت، لطف و کرم اور نرمی کے ساتھ والد کے سامنے توحید بیان کی، اور یوں کہا

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا (۴۲) يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا (۴۳) يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا (۴۴) يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا (۴۵) قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا (۴۶) قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا (۴۷)مریم

جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا! آپ ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہیں جو نہ سنیں اور نہ دیکھیں اور نہ آپ کے کچھ کام آسکیں؟ اے میرے باپ! بیشک مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے جو تمہیں حاصل نہیں تو آپ میری تابعداری کریں میں آپ کو سیدھا راستہ دکھاؤں گا

اے میرے باپ! شیطان کی عبادت نہ کر بیشک شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔ ابا! مجھے ڈر لگتا ہے کہ آپ کو خدا کا عذاب آ پکڑے تو آپ شیطان کے ساتھی ہو جائیں، اس نے کہا: ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہے؟ اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار کردوں گا اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جائے گا، کہا: تیری سلامتی رہے اب میں اپنے رب سے تیری بخشش کی دعا کروں گا بیشک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ، یہاں یہ اشکال ہے کہ کسی کافر کے لئے استغفار کرنا شرعاً ممنوع و ناجائز ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا تھا کہ واللہ لاستغفرن لک مالم انہ عنہ (یعنی بخدا میں آپ کے لئے اس وقت تک ضرور استغفار یعنی دعائے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک اللہ کی طرف سے مجھے منع نہ فرما دیا جائے)۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ

(یعنی نبی اور ایمان والوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ مشرکین کے لئے استغفار کریں) اس آیت کے نازل ہونے پر آپ ﷺ نے چچا کے لئے استغفار کرنا چھوڑ دیا۔

اشکال کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ سے وعدہ کرنا کہ آپ کے لئے استغفار کروں گا یہ ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہے اس کے بعد ممانعت کر دی گئی سورہ ممتحنہ میں حق تعالیٰ نے خود اس واقعہ کو بطور استثناء ذکر فرما کر اس کی اطلاع دے دی ہے

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ(الممتحنہ ٤)

اور اس سے زیادہ واضح سورہ توبہ میں آیت مذکورہ

مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا

کے بعد دوسری آیت میں فرمایا

وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِیَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (التوبہ ١١٤)

جس سے معلوم ہوا کہ یہ استغفار اور اس کا وعدہ باپ کے کفر پر جمے رہنے اور خدا کا دشمن ثابت ہونے سے پہلے کا تھا جب یہ حقیقت واضح ہوگئی تو انہوں نے بھی براءت کا اعلان کر دیا۔(معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ)

جد الانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی چند دعائیں

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی چند دعائیں ذکر کی گئی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (٨٣) وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ (٨٤) وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ (٨٥) وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ (٨٦) وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (٨٧) يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ (٨٨) إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ (٨٩)الشعراء

اے میرے رب! مجھے کمال علم عطا فرما اور مجھے نیکیوں کے ساتھ شامل کر اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ اور مجھے نعمت کے باغ کے وارثوں میں کر دے اور میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہوں میں سے تھا اور مجھے ذلیل نہ کر جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی مگر جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا۔

سورۃ الشعراء ہی میں ابراہیم علیہ السلام کے وہ بابرکت کلمات موجود ہیں جن میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف وستائش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میرا پروردگار وہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا اور وہی میری راہنمائی

کرتا ہے، وہی مجھے کھلاتا ہے اور وہی مجھے پلاتا ہے، جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے، وہی مجھے موت دے گا پھر وہی زندہ کرے گا، مجھے امید ہے کہ وہی قیامت کے دن میری خطائیں معاف کرے گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے چھ دعائیں منقول ہیں، ان میں سے ایک دعا ایسی ہے جس سے آپ نے رجوع کیا اور وہ اپنے والد آزر کے لیے مغفرت کی دعا تھی، ان دعاؤں میں

پہلی دعا

رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا

دوسری دعا

وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ

تیسری دعا

وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ

چوتھی دعا

وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ

پانچویں دعا

وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ

چھٹی دعا

وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ

ان چھ دعاؤں میں سے پانچویں دعا سے ابراہیم علیہ السلام نے رجوع کر لیا تھا، جیسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ میں ارشاد فرمایا کہ

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَه اَنَّه عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ (التوبہ ١١٤)

جب ابراہیم کو پتا چل گیا کہ ان کے والد اللہ کے دشمن ہیں تو ان سے برأت کر لی۔

قیامت کی دن ابراہیم کی اپنے والد سے ملاقات

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

يَلْقَى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ القِيَامَةِ، وَعَلَى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَغَبَرَةٌ، فَيَقُولُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ: أَلَمْ أَقُلْ لَكَ لاَ تَعْصِنِي، فَيَقُولُ أَبُوهُ: فَاليَوْمَ لاَ أَعْصِيكَ، فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: يَا رَبِّ إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لاَ تُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزَى مِنْ أَبِي الأَبْعَدِ؟ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى: إِنِّي حَرَّمْتُ الجَنَّةَ عَلَى الكَافِرِينَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا إِبْرَاهِيمُ، مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ؟ فَيَنْظُرُ،فَإِذَاهُوَبِذِيخٍ مُلْتَطِخٍ،فَيُؤْخَذُبِقَوَائِمِهِ فَيُلْقَى فِي النَّارِ (بخاری،احادیث الانبیاء)

قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے والد آزر سے ملاقات کریں گے تو اس کے چہرے پر تار کول اور غبار ہو گا، اسے ابراہیم علیہ السلام کہیں گے کیا میں نے آپ کو نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کریں؟ ان کے والد کہیں گے آج میں تیری نافرمانی نہیں کروں گا، ابراہیم علیہ السلام کہیں گے، اے میرے رب! تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہیں کرے گا، تو میرے باپ کی وجہ سے اس سے بڑھ کر رسوائی کیا ہو گی؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میں نے جنت کو کافروں کے لیے حرام کر دیا ہے، پھر کہا جائے گا، اے ابراہیم! تیرے قدموں کے نیچے کیا ہے؟ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے تو ایک بجّو کی شکل میں خون میں لت پت ہو گا، پس اسے ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔ (بخاری، مستدرک حاکم، البعث والنشور امام بیہقی)

آتش نمرود میں دعائے خلیلؑ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور اپنے والد کو بتوں کی پوجا اور پرستش سے منع کیا، اس کے نقصانات سے انہیں آگاہ کیا، ان لوگوں کا کہنا تھا کہ ہم تو اپنے باپ دادا کے راستے کو چھوڑ نہیں سکتے، ابراہیم علیہ السلام نے بڑی جرأت سے انہیں اس کا جواب دیا کہ تم گمراہ ہو اور تمہارے آباؤ و اجداد بھی گمراہ تھے، حقیقت یہ ہے کہ تمہارا رب وہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا رب ہے، جس نے انہیں پیدا کیا، اور اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارے بتوں کے خلاف کوئی تدبیر کروں گا، چنانچہ اس اعلان کے بعد انہوں نے بت پرستوں کے بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے، ان میں سے ایک بڑے بت کو کچھ نہیں کہا، تاکہ وہ لوگ اس

بت پرستی سے باز آجائیں، اس تباہی اور بربادی کے بعد ان لوگوں نے شور و غوغا کیا کہ ہمارے بتوں کے ساتھ یہ معاملہ کس نے کیا؟ جس نے بھی کیا وہ ظالم ہے، پھر انہی میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ایک نوجوان ہے جسے ابراہیم کہا جاتا ہے وہ ان بتوں کا ذکر کرتا رہتا ہے، کہا گیا کہ اسے لوگوں کے سامنے لایا جائے تاکہ وہ گواہ رہیں، جب ابراہیم علیہ السلام کو لایا گیا تو انہوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے یہ کام کیا ہے؟ ابراہیمؑ نے فرمایا: اگر یہ بت بات کرسکتے ہیں تو بڑا بت یہ موجود ہے اسی سے پوچھ لو کہ یہ کس نے کیا ہے؟ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو کہا کہ تم ہی ظالم ہو جس نے ہمارے بتوں کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے، پھر ندامت کے مارے سر جھکا کر کہنے لگے کہ ابراہیم تم جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں ہیں۔

یہ موقع بھی بہت ہی قیمتی تھا جس میں ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی توحید کا خوب پرچار کرتے، فرمانے لگے کہ اگر یہ بولتے نہیں ہیں تو تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کیوں کرتے ہو، جو نفع نہیں دیتے اور نہ نقصان دے سکتے ہیں، تم پر اف ہو تم ان کی کیوں پوجا کرتے ہو؟ تمہیں عقل نہیں ہے کہ ان بے جان مورتیوں کی بندگی بجالاتے ہو، اس پر وہ طیش میں آئے اور انہوں نے بیک زبان ہو کر کہا کہ اسے جلادو، اپنے معبودوں کی مدد کرو، یہ کام کرنے کا ہے اگر تم کرسکتے ہو، چنانچہ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈال دیا، اللہ تعالیٰ نے آتش نمرود کو حکم دیا کہ ابراہیم علیہ السلام پر امن و سلامتی والی بن جا۔ چنانچہ آگ نے ابراہیم علیہ السلام کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔

احادیث شریفہ سے پتا چلتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ تھا، انہوں نے لوگوں کے مکر و فریب کی پرواہ کیے بغیر خالص اللہ کی طرف توجہ دی، بخاری شریف کی روایت کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب آتش نمرود میں ڈالا جارہا تھا تو اس وقت انہوں نے یہ دعا کی

وَقَالُوا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ (۱۷۳) فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ (۱۷۴)آل عمران

اور کہا کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے، پھر مسلمان اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ لوٹ آئے انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی اور اللہ کی مرضی کے تابع ہوئے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا:

اَللّٰھمَّ اِنَّک فِی السَّمَاءِ وَاحِدٌوَاَنَافِی الاَرضِ وَاحِدٌ وَاَعبُدُک

اے میرے اللہ !تو آسمان میں اکیلا ہے اور میں زمین میں اکیلا ہوں درانحالیکہ میں تیری عبادت کرتا ہوں (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، ابن عساکر، خطیب بغدادی)

ابراہیمؑ کی نیک اولاد کے لیے دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرست قوم کو ایک دن چھوڑنے کا اعلان کیا اور فرمایا کہ میں اپنے رب کی طرف جانے والا ہوں جو میری راہنمائی کرے گا، اس کے ساتھ قرآن کریم نے اس دعا کا ذکر کیا جو انہوں نے اولاد کے لیے مانگی تھی، ارشاد ہے

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ (۱۰۰)الصافات

اے اللہ ! مجھے نیک اولاد عطا فرما۔

جس وقت آپ علیہ السلام نے یہ دعا مانگی اس وقت آپ کی کوئی اولاد نہ تھی، چنانچہ اللہ نے چھیاسی سال کی عمر میں ایک لڑکا عطا فرمایا، جسے قرآن کریم نے غلام حلیم یعنی بردبار لڑکا کہا، یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، اس کے بعد اللہ نے ننانوے سال کی عمر میں دوسرا بیٹا عطا فرمایا جن کا نام اسحاق علیہ السلام ہے۔

حضرت اسماعیل و اسحاق کے لیے پناہ مانگنا

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں کے لیے اللہ کی پناہ مانگتے اور ساتھ ہی یہ فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے دونوں بیٹوں اسماعیل اور اسحاق کے لیے انہی کلمات کے ساتھ پناہ مانگا کرتے تھے،

بخاری شریف میں ہے کہ حضرت نبی کریم حسن و حسین کے لیے بھی ایسا ہی کہا کرتے تھے

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَوِّذُ الحَسَنَ وَالحُسَيْنَ، وَيَقُولُ: إِنَّ أَبَاكُمَا كَانَ يُعَوِّذُ بِهَا إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ: أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لاَمَّةٍ

نبی کریم ﷺ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے لیے پناہ مانگا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ تم دونوں کے والد یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام انہی کلمات کے ساتھ اپنے دونوں بیٹوں اسماعیل اور اسحاق کے لیے پناہ مانگا کرتے تھے، وہ کلمات یہ ہیں،

أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَّةِ، مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ، وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لاَمَّةٍ

میں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں ، ہر شیطان اور ہر زہریلی مخلوق سے اور پناہ مانگتا ہوں ہر شر والی آنکھ سے۔(بخاری کتاب احادیث الانبیاء)

حضرت ابراہیم کی تعمیر بیت اللہ کے وقت دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے حکم پر عراق کو چھوڑا تو شام کی راہ لی، پھر مصر پہنچے، مصر سے بیت المقدس تشریف لے گئے ،وہاں سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ،جب آپ یہاں پہنچے تو آپ کے ہمراہ آپ کی بیوی ہاجرہ اورآپ کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام تھے، یہاں آپ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمائی

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ مَنْ آمَنَ مِنْهُمْ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَأُمَتِّعُهُ قَلِيلًا ثُمَّ أَضْطَرُّهُ إِلَى عَذَابِ النَّارِ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ (۱۲۶) وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۱۲۷) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ (۱۲۸) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۲۹)البقرہ

اور جب ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اسے امن کا شہر بنادے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں سے رزق دے جو کوئی ان میں سے اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے فرمایا اور جو کافر ہو گا سو اسے بھی تھوڑا سا فائدہ پہنچاؤں گا پھر اسے دوزخ کے عذاب میں دھکیل دوں گا اور وہ برا ٹھکانہ ہے اور جب ابراہیم اور اسماعیل کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے، اے ہمارے رب ہم سے قبول کر بیشک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب !ہمیں اپنا فرمانبر دار بنادے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا فرمانبر دار بنا اور ہمیں ہمارے حج کے طریقے بتادے اور ہماری توبہ قبول فرما بیشک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔ اے ہمارے رب اور ان میں ایک رسول انہی میں سے بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھیں اور انہیں کتاب اور دانائی سکھائے اور انہیں پاک کرے بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

بیت اللہ کی تعمیر کے بعد کی دعا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف جب تعمیر کرلیاتو اس کی قبولیت کے لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی،

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ (۳۵) رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ (۳۶) رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (۳۷) رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ (۳۸) الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ (۳۹) رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ (۴۰) رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ (۴۱)(ابراہیم)

اور جس وقت ابراہیم نے کہا: اے میرے رب! اس شہر کو امن والا کر دے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔اے میرے رب! انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کیا ہے پس جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہے اور جس نے نافرمانی کی پس تحقیق تو بخشنے والا مہربان ہے۔اے رب میرے! میں نے اپنی کچھ اولاد ایسے میدان میں بسائی ہے جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس، اے رب ہمارے! تاکہ نماز کو قائم رکھیں پھر کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انھیں میووں کی روزی دے تاکہ وہ شکر کریں۔اے رب ہمارے! بیشک تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر کوئی چیز زمین اور آسمان میں پوشیدہ نہیں۔اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اتنی بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق بخشے بیشک میرا رب دعاؤں کا سننے والا ہے۔اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنادے اے ہمارے رب! اور میری دعا قبول فرما، اے ہمارے رب! مجھے اور میرے ماں باپ کو اور ایمانداروں کو حساب قائم ہونے کے دن بخش دے۔

دعاؤں کی قبولیت

ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ !مکہ شہر کوامن والابنادے ،اس شہر کے رہنے والے ایمانداروں کو پھل عطا فرما، اے اللہ! ہماری محنت اوراس تعمیر کو قبول فرما، اے اللہ! ہمیں اور ہماری اولادوں

کو اپنا تابعدار بنادے، ہمیں عبادت، بندگی کے گر سکھادے، ہماری خطاؤں سے در گزر فرمادے، اے اللہ! مکہ کے ان مکینوں میں سے ایک عظیم الشان رسول کو بھیج دے، جو ان پر آیات کی تلاوت کرے، کتاب کی تعلیم دے، انہیں حکمت و دانائی کی باتیں سکھائے، ان کے دلوں کا تزکیہ کرے، اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچانا، پروردگار میں نے اپنی اولاد کو بے آب و گیاہ سرزمین پر، تیرے عزت والے گھر کے پاس لابسایاہے، میرا مقصد یہ ہے کہ یہ نماز قائم کریں، لوگوں کے دل اس گھر کی طرف متوجہ کردے، انہیں پھل عطا فرما تاکہ یہ تیرے شکر گزار بن جائیں، اے اللہ! ہماری پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز تو جانتا ہے، اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں شکر بجالاتا ہوں کہ عالم پیری میں تو نے مجھے اسماعیل اور اسحاق عطا فرمائے، میرے پروردگار میں معترف ہوں کہ تو دعائیں سننے والا ہے، اے میرے پروردگار! مجھے نماز قائم کرنے والا بنادے، میری اولاد کو نمازی بنادے، میری دعا کو شرف قبولیت عطا فرمادے، اے میرے پروردگار! مجھے معاف فرما دے، میرے والدین کو معاف فرمادے، قیامت کے دن ایمان والوں کو معاف فرمادے۔

یہ دعائیں اللہ نے قبول کیں، بیت اللہ کو ایک تاریخی اور مثالی امن عطا فرمایا، مکہ کو امن والا شہر بنادیا اور اہل ایمان کو بھی حکم دے دیا کہ جو اس شہر میں داخل ہو جائے اسے بھی امان دے دو، خود قرآن کریم کی سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۷ میں اللہ تعالیٰ نے امن والا حرم قرار دیا ہے، حالانکہ یہ وہی علاقہ تھا جس کے ارد گرد سے لوگوں کو اچک لیا جاتا تھا، اغوا کر لیا جاتا تھا، اسی طرح سورۃ القصص کی آیت ۵۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان لوگوں کو امن والے حرم میں بسایا ہے، ٹھکانا دیا ہے، اس کی طرف ہر قسم کا پھل کھچا چلا آتا ہے، پھر اللہ نے سورۃ آل عمران کی آیت ۹۶ اور ۹۷ میں بیت اللہ کے بارے میں فرمایا کہ یہ روئے زمین پر پہلا گھر ہے جسے لوگوں کے لیے مکہ میں بنایا گیا ہے، یہ برکت والا گھر ہے اور سارے عالم کے لیے رشد و ہدایت کا سامان بھی ہے، اس میں اللہ کی نشانیوں کے علاوہ مقام ابراہیم بھی ہے، جو اس میں داخل ہو گا وہ امن میں ہو گا۔

دعائے ابراہیمی کے بعد کتنا عرصہ ہوا بیت اللہ امن و آشتی اور سلامتی کا مرکز بنا ہوا ہے، سوائے چند جزوی اور استثنائی واقعات کے، جن کا دورانیہ بہت ہی تھوڑے عرصے کا تھا، زیادہ دیر تک بدامنی کرنے والے لوگوں کا یہاں راج نہیں رہا۔

پھر اس دعا کی قبولیت کے آثار دیکھے جاسکتے ہیں کہ پھلوں کی دعا ابراہیم علیہ السلام نے مانگی تھی، کتنے لوگ ہر سال حج اور عمرہ کے لیے مکہ جاتے ہیں وہ اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ان کالے پہاڑوں اور پتھریلی زمین کے بیچ میں کوئی باغات، کھیت اور کھلیان نہیں ہیں، مگر جس موسم میں جایئے وہاں اس موسم کا اور دوسرے موسم کا بے شمار پھل وہاں موجود ہوتا ہے، یہ بات یقیناً قابل فہم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر انسان اور جد الانبیاء نے بڑے اخلاص کے ساتھ یہ دعا مانگی تھی، جانکار لوگوں کا کہنا ہے کہ جس ملک کا پھل اور فروٹ ہوتا ہے وہ اس زمانے میں اس ملک میں نہیں ملتا مگر یہاں بیت اللہ کے پڑوس میں بہت زیادہ مقدار میں دستیاب ہوتا ہے۔

پھر ان دعاؤں پر بار بار نظر دوڑائی جائے تو اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ کس مخلصانہ اور عاجزانہ طریقے سے دعائیں کی جارہی ہیں، ادھر ہاتھ بیت اللہ کی تعمیر اور دل یاد خدا میں مشغول ہیں، ساتھ ہی ساتھ عرض کیے جارہے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! اسے بنانا ہمارا کام ہے اور اسے قبول کرنا آپ کا کام ہے، تو دعائیں سنتا بھی ہے اور قبول بھی کرتا ہے اور تو جانتا بھی ہے کہ کوئی کس انداز میں دست سوال دراز کیے ہوئے ہے، کس دل اور کس توجہ سے کوئی زاری میں مشغول ہے؟

پھر ان ساری دعاؤں میں ایک عظیم دعا جو مانگی وہ سرکار دوعالم ﷺ کی آمد سے متعلق ہے، چنانچہ جزیرۃ العرب میں آپ ﷺ کو رسول نہیں بلکہ امام الرسل، نبی نہیں بلکہ نبی الانبیاء بنا کر بھیجا گیا، پھر آپ ﷺ کو عرب کے بڑے قبیلے قریش سے اٹھایا، قریش میں سے بھی اس قبیلے کی بڑی شاخ قصی بن کلاب میں سے آپ ﷺ کا انتخاب فرمایا اور گھر میں سے بڑے گھر یعنی عبد المطلب کے گھر کا انتخاب کیا، شہروں میں سے بڑے شہر مکہ کا چناؤ کیا، گویا کہ جیسے خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی اس کا مصداق بنا کر نبی کریم ﷺ کو بھیجا، آپ ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ میں حضرت ابراہیم کی دعا، حضرت عیسی علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ حضرت آمنہ کے خوابوں کی تعبیر بن کر آیا ہوں۔

اس مقام پر دعا کرنے کے کچھ آداب بھی معلوم ہوئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا میں ہر چیز کی نسبت اللہ کی طرف کرتے ہیں، یعنی سارے کام اللہ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں، وہ کاموں کو بناتا ہے، وہی دعائیں سنتا ہے، وہی انسانی حاجات کو پورا کرتا ہے، پھر اس کے ساتھ ساتھ جب دنیا اور آخرت میں فائدہ

دینے والی چیزوں کا ذکر کرتے ہیں تو پہلے آخرت کی درستگی کی بات کرتے ہیں پھر دنیا کی ،یعنی آخرت میں انسان کو جس چیز کی ضرورت پیش آئے گی اس کا ذکر پہلے اور جو چیز انسان کو دنیا میں ضرورت ہے اس کا ذکر بعد میں۔

پھر دعا میں اقامت صلوٰۃ کی دعا مانگی ،ادائے نماز کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ نماز کی ادائی اور اقامت میں فرق ہے، اقامتِ نماز کا مطلب ہے کہ اس کے ارکان، آداب، شرائط اور وقت کا خیال رکھ کر ادا کرنا۔

دعائے لوط علیہ السلام

سدّوم نامی مقام پر ایک گندی قوم نمودار ہوئی، جو اللہ کی مخلوق میں گندے ترین لوگ تھے زمین مین فساد مچاتے تھے ،لوگوں پر ظلم کرتے تھے اور کفروانکار میں بھی کسی سے کم نہیں تھے ،انہوں نے ایسی بے حیائی اور فحاشی کا ارتکاب کیا کہ ان سے پہلے روئے زمین پر ایسا گندا کام کسی نے نہیں کیا تھا، اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو شاید انسانی تاریخ میں ایسے کام کی ابتدا نہ ہوتی، یہ قوم لواطت کی برائی میں مبتلا تھی جسے وہ علی الاعلان کرتے تھے، سب کے سامنے کرتے تھے، مجلسوں میں کرتے تھے، محفلوں میں کرتے تھے، چلتے راستوں میں بھی اس بری حرکت سے باز نہیں آتے تھے ،بڑے چھوٹے، عظیم اور حقیر سب سے سب کے سامنے یہ گندا کام کرتے تھے۔

یہ لوگ چور اور لٹیرے بھی تھے، سدوم میں باہر سے آنے والے تاجروں اور سوداگروں کے مال کو نئے نئے انداز میں لوٹ لیا کرتے تھے، تاجر سدوم میں ٹھہرتا تو یہ لوگ اس کا مال دیکھنے کے بہانے اٹھا کر چلتے بنتے تھے، تاجر اس حرکت سے پریشان ہو جایا کرتے تھے، اگر یہ تاجر اپنے مال کے لٹنے اور ضائع ہونے کا شکوہ کرتا، شور مچاتا تو ان لوگوں میں سے کوئی اس کا مال واپس لاتا، لوٹی ہوئی چیزوں میں سے اس تاجر کو ایک دو معمولی سی چیزیں دکھا دیتا اور اسے چپ کرانے کے لیے کہتا کہ میں تو بس یہی مال لے گیا تھا، اسے تم لے لو، وہ پریشانی کے عالم میں کہتا کہ میرا سارا مال لٹ چکا ہے اسے واپس لے کر کیا کروں گا، اسے تو ہی لے لے ،تاجر کی چیخ وپکار پر سارے لٹیرے اور چور سدومی ہلکا پھلکا مال لاتے اور اس تاجر کا منہ بند کرا دیتے تھے اور اسے بھگا دیتے تھے۔

سدومی عدالت کے جج کا انوکھا فیصلہ

ایک بار حضرت ابراہیم اور حضرت سارہ نے الیعرز کو لوط علیہ السلام کی خیریت معلوم کرنے کے لیے سدوم بھیجا، راستے میں ایک سدومی نے اسے اجنبی سمجھ کر اس کے سر پر پتھر دے مارا، الیعرز کے سر سے خون بہنے لگا، سدومی نے الیعرز کو کہا کہ میرے پتھر سے تیرا سر سرخ ہوا ہے، اس لیے تو مجھے اس کا معاوضہ دے، یہ ظالم سدومی اس اجنبی، پردیسی کو گھسیٹ کر عدالت میں لے گیا، سدوم کی عدالت کے جج کو جا کر اس سدومی نے بتایا کہ دیکھیے میرا پتھر لگنے سے اس کا سر سرخ ہوا ہے، مجھے اس سے معاوضہ دلوایا جائے، اس کی یہ بات سن کر سدومی جج نے فیصلہ دیا کہ واقعتاً الیعرز کو چاہیے کہ اس سدومی کو اجرت ادا کرے کیونکہ اس کے پتھر کی وجہ سے اس کا سر سرخ ہوا ہے، الیعرز نے جب جج کے منہ سے یہ ظالمانہ فیصلہ سنا تو طیش میں آگیا اس نے ایک پتھر اٹھا کر جج کے سر پر دے مارا اور جج کو کہنے لگا کہ میرے پتھر مارنے کی جو اجرت ہے وہ تو اس سدومی کو دے دینا یہ جملہ کہتے ہی الیعرز وہاں سے چلا گیا۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے، ان کے والد کا نام ہاران تھا، حضرت لوط علیہ السلام کا بچپن حضرت ابراہیم کی سرپرستی میں گزرا، ان کی پرورش بھی ابراہیمؑ ہی نے کی، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی تو ان پر پہلے پہل ایمان لانے والے مردوں میں حضرت لوط اور عورتوں میں حضرت سارہ تھیں، قرآن کریم نے بتایا کہ حضرت لوط ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے اور کہا کہ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔

حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ہجرتوں میں ساتھ ساتھ رہتے تھے، جب ابراہیم علیہ السلام مصر میں تشریف لائے تو وہاں بھی حضرت لوط ان کے ساتھ ہی تھے، مصر میں قیام کے دوران دونوں کے پاس سامان اور جانوروں کے بڑے بڑے ریوڑ تھے، ان ریوڑوں کی دیکھ بھال کرنے کے لیے اپنے اپنے چرواہے تھے، ان چرواہوں میں نوک جھونک رہتی تھی، کشمکش اور لڑائی جھگڑے چلتے رہتے تھے، حضرت ابراہیم کے چرواہے چاہتے تھے کہ اس چراگاہ اور سبزہ زار سے ہمارے ہی جانور چریں، حضرت لوط علیہ السلام کے چرواہے یہ چاہتے تھے کہ ان چراگاہوں سے ہمارے جانور فائدہ اٹھائیں، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے مشورہ کیا کہ باہمی محبت اور الفت

اسی طرح باقی رہ سکتی ہے کہ وہ مصر کو چھوڑ کر مشرقی اردن کے علاقہ سدوم اور عامورہ چلے جائیں، وہاں رہ کر دین حنیف کی تبلیغ کرتے رہیں، میری رسالت کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہیں اور ابراہیم علیہ السلام کا مصر سے فلسطین جانے کا مشورہ ہوا۔

سدوم اردن میں وہ جگہ ہے جسے بحر میت یا بحر لوط کہا جاتا ہے، بحر میت میں سدوم اور عامورہ کی بستیاں ہوا کرتی تھیں، اس کے ارد گرد رہنے والوں کا یہ خیال ہے کہ پہلے وہ تمام حصہ جو اب سمندر دکھائی دیتا ہے کسی دور میں خشک زمین تھی اوراس پر آبادی ہوا کرتی تھی، سدوم اور عامورہ کی آبادیاں اسی جگہ پر تھیں ،لوط علیہ السلام کی قوم پر جب عذاب آیاتواس سرزمین کا تحتہ الٹ گیاتھا جس کے باعث یہ زمین چار سو میٹر سمندر سے نیچے اتر گئی اور پانی اوپر آ گیا، اس کو بحر میت کہتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کی آمد

سدوم اور عامورہ کی انہی بستیوں کے ان ظالم اور بے حیالوگوں کی طرف اللہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا، آپ نے آکر ان لوگوں کی اصلاح کی کوشش کی، ان کو اللہ کی توحید کا درس دیا، شرک سے باز رہنے کی تلقین کی، رذیل کاموں کو چھوڑنے اورامرد پرستی سے باز رہنے کی تعلیم دی اورانہیں بتایا کہ جس برائی میں مبتلا ہو یہ ایسی برائی ہے جو تم سے پہلے کسی نے اختیار نہیں کی، تم اپنی عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے ساتھ اپنی سفلی خواہشات پوری کرتے ہو، یہ تو بڑی سرکشی ہے، اس پر قوم مقابلے پر اتر آئی، کہنے لگے کہ لوط! اگر آپ اپنی اس تبلیغ سے باز نہ آئے تو ہم تمہیں اس بستی سے نکال دیں گے، قرآن کریم نے اس کا تذکرہ یوں کیا ہے

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ (١٦١) إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ (١٦٢) فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ (١٦٣) وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ (١٦٤)

جب ان کے بھائی لوط نے انہیں کہا کہ تم اللہ سے کیوں نہیں ڈرتے؟ بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا امانت دار رسول ہوں، پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، میں اس پر تم سے کسی قسم کی مزدوری کا سوال نہیں کرتا، میری مزدوری جہانوں کے پروردگار کے ذمہ ہے۔(سورۃ الشعراء)

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں مزید فرمایا

أَتَأْتُونَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعَالَمِينَ (١٦٥) وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ عَادُونَ (١٦٦) قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا لُوطُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِينَ (١٦٧) قَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ (١٦٨)الشعراء

کیا تم لوگ مردوں کے پاس آتے ہو اپنی شہوت رانی کے لیے سب جہاں میں سے۔اور تمہارے رب نے جو تمہارے لیے بیویاں پیدا کر دی ہیں انھیں چھوڑ دیتے ہو بلکہ تم حد سے گزرنے والے لوگ ہو۔انہوں نے کہا اے لوط! اگر تو ان باتوں سے باز نہ آیا تو جو لوگ ہماری بستیوں سے نکالے گئے ہیں ان میں تو بھی شامل ہو کر رہے گا۔کہا میں تو تمہارے کام سے سخت بیزار ہوں۔

حضرت لوط علیہ السلام کی دعا

اس سرکش ،نافرمان اور گندی قوم نے جب ایک طرف اللہ کی نافرمانی اور بے حیائی میں تمام حدود پھلانگیں اور دوسری طرف مخلص پیغمبر کے اخلاص کا جواب منفی انداز میں دیا، انہیں دھمکیاں دیں انہیں جھٹلایا، انہیں ستایا، اپنے کفر اور سرکشی پر ڈٹے رہنے کا اظہار کیا اور اس بات پر باہمی اتفاق کیا کہ یہ بہت پاکیزہ بنتا ہے اس لیے اسے اپنی بستی سے نکال کر دور پھینکا جائے ،ہم پاک باز لوگوں کو پسند کیونکر کر سکتے ہیں ،ہم تو انہی گندی باتوں پر ڈٹے اور جمے رہیں گے ،جب صورت حال اس قدر پریشان کن ہو گئی تو پیغمبر نے اللہ کی بار گاہ میں ہاتھ اٹھا دیے اور ان لوگوں کے قہر و ظلم سے نجات کی راہ مانگی، ان کی خباثتوں اور بے حیائیوں سے کنارہ کشی کی درخواست کی، قرآن میں ہے

رَبِّ نَجِّنِي وَأَهْلِي مِمَّا يَعْمَلُونَ (١٦٩)الشعراء

اے میرے رب مجھے اور میرے گھر والوں کو اس کے وبال سے نجات دے جو وہ کرتے ہیں۔

سورۃ العنکبوت میں یہ دعا ہے

رَبِّ انْصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ (٣٠)العنکبوت

اے میرے رب !فسادی قوم پر میری مدد فرما۔

دعا کی قبولیت

اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کی اس دعا کو قبول فرمایا، لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ و برباد کر دیا گیا، عبرت کا نشان بنا دیا گیا اور لوط علیہ السلام کی حفاظت کی گئی، قرآن میں ہے

فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ أَجْمَعِينَ (۱۷۰) إِلا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ (۱۷۱)الشعراء

پھر ہم نے اسے اور اس کے سارے کنبے کو بچالیا۔ مگر ایک بڑھیا جو پیچھے رہ گئی تھی۔

لوط علیہ السلام کی بیوی چونکہ کافروں کی ہمنوا تھی اس لیے اللہ نے اسے بھی عذاب دیا۔

دعا کی قبولیت کے اثرات

لوط علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی اور کس قدر قبول ہوئی کہ انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے، رب العالمین نے اپنے غضب کا کوڑا برسایا، قرآن کریم میں ارشاد ہے

ثُمَّ دَمَّرْنَا الآخَرِينَ(۱۷۲)وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًا فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِينَ(۱۷۳)الشعراء

پھر باقی ماندہ لوگوں کو ہم نے تباہ کر دیا۔ اور برسادی ہم نے ان پر ایک بڑی ہی ہولناک بارش سو بڑی ہی بری بارش تھی ان لوگوں کی جن کو خبر دار کر دیا گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی شکل میں دوفرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجے، جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی خوشخبری سنائی، اسی دوران یہ راز کھلا کہ فرشتے ہیں جو لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ وبرباد کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں، اس دوران حضرت ابراہیم نے فرشتوں سے کہا کہ تم کیسے اس قوم کو تباہ کرنے کے لیے آئے ہو؟ جس میں اللہ کے پیغمبر لوط موجود ہیں، جو میرے چچازاد ہیں، ملت حنیف کے پیروکار ہیں، فرشتوں نے عرض کی کہ ہم سارے قصے کو جانتے ہیں، اللہ کا فیصلہ ہے کہ قوم لوط اپنی سرکشی کی انتہاؤں کو چھورہی ہے، بے حیائی اور فحاشی کی حدیں پھلانگ چکی ہے اس لیے وہ ہر صورت تباہ وبرباد ہو گی، لوط اور ان کا خاندان محفوظ رہے گا، لوط کی بیوی بداعمالیوں اور برے عقیدے میں قوم لوط کی ہمنوا ہے اس لیے وہ بھی عذاب کا شکار ہو گی۔

چنانچہ اللہ کے فرشتے ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کے بعد لوط علیہ السلام کے پاس سدوم پہنچے، حضرت لوط کے ہاں مہمان ٹھہرے، یہ فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں تھے، لوط علیہ السلام ان کو دیکھ کر گھبرا گئے اور ڈرے کہ امرد پرست قوم ان مہمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گی، اس گھبراہٹ کے وقت تک انہیں اطلاع نہیں دی گئی تھی کہ وہ فرشتے ہیں۔

حضرت لوطؑ اسی حیرانی میں گم تھے کہ قوم کو ان خوبصورت مہمانوں کی آمد کی اطلاع مل گئی یہ لوگ لوط علیہ السلام کے مکان پر چڑھ آئے اورانہیں کہنے لگے کہ ان مہمانوں کو ہمارے سپرد کر دو، حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں بہتیرا سمجھایااور کہا کہ کیاتم میں کوئی سمجھدار آدمی بھی ہے ؟جو دیکھے اور سمجھے کہ یہ معزز مہمان ہیں ،یہی وہ موقع تھاجب حضرت لوط علیہ السلام کے دل میں کسی مضبوط جتھے یا محفوظ پناہ گاہ کا خیال پیدا ہوا تھا، جسے قرآن نے رکن شدید کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

حضرت لوط علیہ السلام کی اس پریشانی کو دیکھ کر فرشتوں نے انہیں تسلی دی، کہ آپ مطمئن رہیں، ہماری ظاہری صورتوں کو دیکھ کر پریشان نہ ہوں ہم انسان نہیں اللہ کے فرشتے ہیں، ہم اس قوم کو عذاب دینے آئے ہیں، جو اللہ کا فیصلہ ہے جسے کسی صورت ان سے ٹلنا نہیں ہے، آپ کی بیوی کے سوا آپ کا خاندان بچ جائے گا۔

وقت عذاب آن پہنچا تو فرشتوں کے کہنے پر رات کے ابتدائی حصے میں حضرت لوط اپنے خاندان سمیت دوسری جانب سے نکل کر سدوم کی طرف چلے گئے ،ان کی بیوی نے ان کے ساتھ جانے سے صاف انکار کر دیا، راستے سے لوٹ کر واپس آگئی ،رات کے آخری حصے میں ایک خوفناک چیخ نے سدوم والوں کو تہہ وبالا کر دیا،اس بستی کو آسمان کی طرف اٹھا کر زمین پر پٹخ دیا گیا،اوپر سے پتھروں کی بارش برسادی گئی،ان کا نام ونشان تک مٹادیا گیا۔

قرآن کریم کی سورۃ ھود میں اللہ نے بیان فرمایا کہ

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ مَنْضُودٍ (۸۲) مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ (۸۳)هود

پھر جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے وہ بستیاں الٹ دیں اور اس زمین پر کھنگر کے پتھر برسانا شروع کیے جو لگاتار گر رہے تھے۔ جن پر تیرے رب کے ہاں سے خاص نشان بھی تھا اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں۔

تفسیر کبیر میں علامہ رازیؒ لکھتے ہیں

أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَدْخَلَ جَنَاحَهُ الْوَاحِدَ تَحْتَ مَدَائِنِ قَوْمِ لُوطٍ وَقَلَعَهَا وَصَعِدَ بِهَا إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى سَمِعَ أَهْلُ السَّمَاءِ نَهِيقَ الْحَمِيرِ وَنُبَاحَ الْكِلَابِ وَصِيَاحَ الدُّيُوكِ، وَلَمْ تَنْكَفِئْ لَهُمْ جَرَّةٌ وَلَمْ يَنْكَبَّ لَهُمْ إِنَاءٌ، ثُمَّ قَلَبَهَا دَفْعَةً وَاحِدَةً وَضَرَبَهَا عَلَى الْأَرْضِ(تفسیرکبیرج۱۸ص۳۸۳)

جبریل علیہ السلام نے اپنا ایک پر ان بستیوں کے نیچے ڈالا، ان کو اکھاڑا اور انہیں آسمان کی طرف لے گئے، یہاں تک کہ گدھوں کے ہنہنانے، کتوں کے بھونکنے، مرغوں کے چیخنے کی آوازیں آسمان والوں نے سنیں، ان کی چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں ہلی، پھر ایک ہی دفعہ ان بستیوں کو پٹخنی دی اور زمین پر دے مارا۔

تفسیر ابن کثیر میں سدی کی روایت سے ذکر کیا گیا ہے کہ جبریل نے ان بستیوں کو سات زمینوں نیچے تک اٹھایا اور آسمان تک لے گئے، ایک روایت کے مطابق چار اور ایک روایت کے مطابق نافرمانوں کی تین بستیاں تھیں، ہر بستی میں ایک لاکھ لوگ رہتے تھے، ان بستیوں کو پلٹایا گیا تھا، کچھ لوگ جو بچ گئے انہیں آسمانی پتھر تلاش کر کے مارتے تھے، اگر کسی جگہ دو شخص بیٹھے محو گفتگو ہوتے تو ان میں سے لواطت کرنے والے کو چن کر نشانہ بناتے تھے۔

مفسرین نے سجیل کا معنی کیا ہے کہ جو پتھر قوم لوط پر برسائے گئے وہ ڈول جتنے تھے، بعض نے کہا کہ سجیل پتھروں میں سے جو سخت ترین ہوتے وہ برسائے گئے تھے، ان پتھروں پر ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے کہ کون سا پتھر کس کو لگنا ہے، اللہ نے ازل سے ان کے لیے یہ لکھا ہوا تھا، سجیل کے ساتھ اللہ نے منضود کا لفظ استعمال کیا ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ پتھر لگاتار ان پر برستے تھے، ایک پتھر دوسرے کے ساتھ جڑا ہوا ہوتا تھا، بعض کے نزدیک یہ پتھر اللہ نے خاص طور پر اپنی کان میں بنایا صرف ظالموں پر برسانے کے لیے، مفسرین کہتے ہیں کہ اس پتھر کی ایک صفت مسوّمہ بھی بیان کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پتھر پر ایسا نشان تھا جو دنیا کے کسی پتھر پر نہیں ہوتا، یہ پتھر حضرت ام ہانی کے پاس دیکھا گیا ہے، مسوّمہ کا ایک معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس پتھر پر اس شخص کا نام لکھا ہوا تھا جسے اس نے لگنا تھا۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ یہ پتھر شہر والوں پر بھی پڑتے تھے اور الگ الگ جو لوگ اس برائی میں مبتلا تھے ان پر پڑتے تھے یہاں تک کہ اگر دو شخص بیٹھے آپس میں کسی جگہ گفتگو کر رہے ہوتے تو ان میں سے کسی ایک پر آ کر وہ پتھر لگتا تو اسے ہلاک کر دیتا تھا۔

دعائے شعیب علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو مدین والوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا، مدین حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سوتیلے بھائی کا نام تھا، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تیسری بیوی قطورا سے تھا، مدین کی نسل سے پیدا ہونے والے لوگ مدین کہلاتے ہیں، گویا یہ جگہ نہیں بلکہ قبیلے کا نام ہے، اس قبیلے کی نسبت سے اس بستی کا نام بھی مدین پڑ گیا تھا، حضرت شعیب علیہ السلام بھی اسی نسل اور اسی قبیلے کے تھے، جب اللہ نے ان کو نبی بنا کر بھیجا تو یہ لوگ قوم شعیب کہلائے۔

حضرت لوط علیہ السلام اور مدین دونوں ایک بڑی شاہراہ پر آباد تھے، قرآن کریم نے ان دونوں کے لیے لفظ بِاِمَامٍ مُّبِین استعمال کیا ہے، جس کا معنی ہے کھلی اور صاف سڑک، اس لیے گرمی اور سردی دونوں زمانوں میں قریش کے قافلوں کے لیے یہ معروف اور تجارتی شاہراہ تھی۔

حموی نے معجم البلدان میں تحریر کیا ہے کہ مدین کا قبیلہ دریائے قلزم کے مشرقی کنارے اور عرب کے مغرب شمال میں ایسی جگہ آباد تھا جو شام کے متصل حجاز کا آخری حصہ کہا جا سکتا ہے اور اہل حجاز کو شام، فلسطین بلکہ مصر تک جانے میں اس کے نشانات راستے میں پڑتے تھے، جو تبوک کے مقابل واقع تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل مدین کی طرف شعیب علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا، انہوں نے بعثت کے بعد محسوس کیا کہ یہاں صرف چند لوگ ہی اللہ کی نافرمانی کے مرتکب نہیں ہیں بلکہ ساری قوم ہی بگڑی ہوئی ہے، یہ بگاڑ اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ ان لوگوں کو جرائم کی دلدل میں پھنسے ہونے کے باوجود احساس ہی نہیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں وہ کوئی جرم ہے یا گناہ ہے، بلکہ وہ انہی غلط اعمال وافعال پر نازاں ہیں، انہی پر فخر کرتے ہیں۔

یہ لوگ بت پرست تھے، مشرکانہ عقائد کے خوگر تھے، خرید و فروخت میں لینے کے پیمانے اور تھے اور دینے کے پیمانے اور تھے، اپنا حق پورا لیتے اور دوسروں کا حق کم کر دیتے تھے، معاملات میں کھوٹے تھے، ڈاکہ زنی عام تھی۔

اہل تاریخ لکھتے ہیں کہ خوش عیشی، دولت کی فراوانی، زمین و باغات کی زرخیزی نے انہیں مغرور بنا دیا تھا، اللہ کی عطاء کردہ ان چیزوں کو وہ اپنی ذاتی میراث سمجھتے تھے، وہ ایک لمحہ کے لیے بھی ان کو نعمت الہیہ

سمجھ کر کلمات شکر ادا کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، نعمتوں کی کثرت نے انہیں مختلف اخلاقی بیماریوں میں مبتلا کر دیا تھا۔

ان کے بگاڑ کو سدھارنے کے لیے، ان کی غلطیوں کی اصلاح کے لیے، ان کے عقائد کی درستگی کے لیے، ان کے معاملات کو درست شاہراہ پر لانے کے لیے انہی میں سے اللہ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی، جنہوں نے انہیں دعوت توحید کے ساتھ ساتھ اخلاقی درستگی کا پیغام بھی سنایا، خرید و فروخت کا تعلق انسانی معاملات کے ساتھ ہے، اس پر خصوصیت سے توجہ دی۔

قرآن کریم میں یوں نقشہ کشی کی گئی ہے

وَإِلَى مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُحِيطٍ (٨٤) وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ (٨٥) بَقِيَّتُ اللَّهِ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ (٨٦) قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ (٨٧) قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَرَزَقَنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (٨٨) هود

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا، انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور ناپ اور تول کو نہ گھٹاؤ میں تمہیں آسودہ حال دیکھتا ہوں اور تم پر ایک گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اور اے میری قوم! انصاف سے ناپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں فساد نہ مچاؤ اللہ کا دیا جو باقی بچ رہے وہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں (کہ زبردستی تمہیں اپنی راہ پر چلادوں) انہوں نے کہا: اے شعیب! کیا تیری نماز تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں؟ جنہیں ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا اپنے مالوں میں اپنی خواہش کے مطابق معاملہ نہ کریں بیشک تو البتہ بردبار نیک چلن ہے۔ کہا: اے میری قوم! دیکھو تو سہی اگر مجھے اپنے رب کی طرف سے سمجھ آگئی ہے اور اس نے مجھے عمدہ روزی دی ہے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ جس کام سے تجھے منع کروں میں اس کے خلاف کروں میں تو اپنی طاقت کے مطابق

اصلاح ہی چاہتا ہوں اور مجھے تو صرف اللہ ہی سے توفیق حاصل ہوتی ہے میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

شعیب علیہ السلام اصلاح احوال کی طرف پوری تندہی کے ساتھ متوجہ ہو کر فرماتے

وَيَا قَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ قَوْمَ صَالِحٍ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيدٍ (۸۹) وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ (۹۰)هود

اور اے میری قوم! کہیں میری ضد سے ایسا جرم نہ کر بیٹھنا جس سے وہی مصیبت نہ آپڑے جیسی کہ قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھی اور لوط کی قوم بھی تم سے دور نہیں۔ اور اپنے اللہ سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع کرو بیشک میرا رب مہربان محبت والا ہے۔

قومِ شعیب کی دیدہ دلیری

چاہیے تو یہ تھا کہ قوم ان ناصحانہ باتوں پر عمل کرتی اور کان دھرتی، اپنی عاقبت سنوارتی مگر اس قوم نے بھی اپنی پیشرو اقوام کی طرح پیغمبر کو ایذا دی اور ان کی بات ماننے کی بجائے طعن وطنز کے تیر برسائے، قرآن کریم میں اس کا تذکرہ یوں موجود ہے

قَالُوا يَا شُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ (۹۱)هود

انہوں نے کہا: اے شعیب! ہم بہت سی باتیں نہیں سمجھتے جو تم کہتے ہو اور بے شک ہم البتہ تمہیں اپنے میں کمزور پاتے ہیں اور اگر تیری برادری نہ ہوتی تو تجھے ہم سنگسار کر دیتے اور ہماری نظر میں تیری کوئی عزت نہیں ہے

دوسرے مقام پر قرآن کریم میں یوں ہے

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا(۸۸)الاعراف

اس کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا: اے شعیب! ہم تجھے اور انہیں جو تجھ پر ایمان لائے ہیں اپنے شہر سے ضرور نکال دیں گے یا یہ کہ تم ہمارے دین میں واپس آجاؤ۔

شعیب علیہ السلام کو بستی سے نکال دینے کی دھمکی دی گئی تو اس کا انہوں نے جواب دینے کی بجائے اس بات کا جواب فوراً دیا جس میں انہوں نے کہا کہ تم ہمارے دین میں واپس آجاؤ، اس پر شعیب علیہ السلام نے

فرمایا کہ تمہارے دین کو ہم پسند ہی نہیں کرتے تو اس میں آنے کی کیا بات ہوئی؟ اگر تمہارے دین میں واپس آئیں تو پھر تو ہم نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، کیونکہ اللہ نے ہمیں اس گمراہی سے بچایا ہے، ہماری حفاظت کی ہے، ہم تمہارے دین میں واپس نہیں آتے، اسی طرح جب انہوں نے شعیب علیہ السلام کو اپنے میں کمزور قرار دے کر ان کو دبانے کی کوشش کی تو اس پر شعیب علیہ السلام نے فرمایا

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَاتَّخَذْتُمُوهُ وَرَاءَكُمْ ظِهْرِيًّا إِنَّ رَبِّي بِمَا تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ (۹۲)هود

کہا اے میری قوم کیا میری برادری کا دباؤ تم پر اللہ سے زیادہ ہے اس کو تم نے پس پشت ڈال دیا ہے بیشک میرا رب تمہارے سب اعمال پر احاطہ کرنے والا ہے۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے فیصلہ کن مرحلے کی طرف بڑھنے سے پہلے اپنے لوگوں کو آگاہ کیا کہ تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو، میں اپنی جگہ عمل کرتا رہوں گا، بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کا عذاب کسے آ پکڑتا ہے، پھر اسے رسوائی کی کھائی میں ڈال دے گا، جلد اس بات سے بھی پردہ اٹھ جائے گا کہ جھوٹا کون ہے اور سچا کون ہے؟ انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

دعائے شعیب علیہ السلام

قوم کے بے رخے پن پیکھے پن، تیکھے انداز گفتگو اور ایذا رسانی اور سرداران قوم کا اپنے پیروکاروں کو یہ کہنا کہ جو آدمی شعیب کی پیروی کرے گا وہ نقصان اٹھائے گا، اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگی

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ (۸۹)الاعراف

اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے موافق فیصلہ کر دے اور تو بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

دعا کی قبولیت

اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر کی دعا سن لی، ان مجرموں اور نیکوکاروں کے درمیان فیصلے کا وقت آن پہنچا، قرآن کریم نے اس کا نقشہ یوں کھینچا، ارشاد ہے

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ (۹۱)الاعراف

پھر انہیں زلزلہ نے آپکڑا پھر وہ صبح تک اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے رہ گئے۔

دوسرے مقام پر قرآن کریم نے ان کا حال یوں بیان کیا

وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَأَخَذَتِ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ (۹۴) كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا أَلَا بُعْدًا لِمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ (۹۵)هود

آخرکار جب ہمارے فیصلے کا وقت آگیا تو ہم نے اپنی رحمت سے شعیب اور اس کے ساتھی مومنوں کو بچالیا اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کو ایک سخت دھماکے نے ایسا پکڑا کہ وہ اپنی بستیوں میں بے حس و حرکت پڑے کے پڑے رہ گئے، گویا وہ کبھی وہاں رہے بسے ہی نہ تھے سنو! مدین والے بھی دور پھینک دیے گئے جس طرح ثمود پھینکے گئے تھے۔

ایک اور مقام پر قرآن کریم نے بتایا کہ

فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ (۱۸۹)الشعراء

پھر اسے جھٹلایا پھر انھیں سائبان والے دن کے عذاب نے پکڑ لیا بیشک وہ بڑے دن کا عذاب تھا۔

ان آیات کریمات سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم پر دو قسم کے عذاب آئے تھے ،ایک زلزلے کا عذاب اور دوسرا آگ کی بارش کا عذاب، جب یہ لوگ اپنے گھروں میں آرام کر رہے تھے تو اچانک ایک خوفناک زلزلہ آیا، ابھی اس کی خوفناک آواز تھمی نہیں تھی کہ اوپر سے آگ برسنے لگی، جب صبح لوگوں نے دیکھا تو یہ لوگ اپنے گھٹنوں کے بل اوندھے پڑے ہوئے تھے اور جھلسے ہوئے تھے ، یہ سرکش، متکبر اور پیغمبر کو جھٹلانے والے یوں لگ رہا تھا کہ گویا کہ یہاں کوئی کبھی آباد ہی نہیں ہوا۔

گویا اس قوم پر زمین اور آسمان دونوں کی طرف سے عذاب آیا، زمین کے زلزلے نے ان کو ہلا کر رکھ دیا اور آسمانی آگ نے انہیں جلا کر رکھ دیا۔

دعائے یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام تھے، حضرت یعقوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرزند تھے، ان کی والدہ راحیل بنت لابان تھیں، حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کے ساتھ بہت زیادہ محبت تھی، اسی محبت کے تقاضے کی وجہ سے وہ انہیں ہمیشہ ساتھ ساتھ رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں سن رشد پر پہنچنے کے بعد نبوت سے سرشار فرمایا، ملت ابراہیمی کی دعوت و تبلیغ کرتے رہے، اللہ تعالیٰ نے انہیں دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت بہت سی صلاحیتوں سے مالامال کر رکھا تھا، حضرت یعقوب علیہ السلام ان کی پیشانی میں نور نبوت کو چمکتا ہوا دیکھ رہے تھے، اللہ نے انہیں وحی کے ذریعے اطلاع دے دی تھی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بہت سے اعزازات ہیں، مگر ایک اہم اعزاز یہ ہے کہ ان کے نام پر اللہ نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں سورۃ یوسف نازل فرمائی، قرآن میں ان کا نام چھبیس بار آیا ہے، ان میں چوبیس بار تو صرف سورۃ یوسف میں ہے، سورۃ یوسف میں ان کے چاہ کنعان سے منصب اقتدار تک کا تذکرہ ہے، ان کے اس واقعے کو قرآن نے احسن القصص کا خطاب دیا ہے۔

دعائے یوسف علیہ السلام

قرآن کریم میں یوسف علیہ السلام کی دعاؤں میں سے دو دعاؤں کا انتخاب کیا گیا ہے، ان میں ایک یہ ہے

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ (٣٣) فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (٣٤)یوسف

یوسف نے کہا: اے میرے پروردگار! جس چیز کی طرف مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے قید ہی زیادہ پسند ہے اور اگر تو نے ان کے مکر کو مجھ سے دور نہ رکھا تو میں ان کی طرف جھک جاؤں گا اور جاہلوں سے ہو جاؤں گا۔

یہ دور سیدنا یوسف کے لیے کس قدر ابتلاء کا دور تھا۔ پہلے ایک عورت پیچھے پڑی تھی۔ اب شہر بھر کے رؤسا کی حسین و جمیل بیگمات آپ کے پیچھے پڑ گئیں جو زبانی تو سیدنا یوسف کو زلیخا کی بات مان لینے اور قید سے بچ جانے کی تلقین کر رہی تھیں مگر حقیقتاً ان میں سے ہر ایک انھیں اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آپ کا شہر میں آزادانہ چلنا پھرنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔ اب آپ کے سامنے دو ہی راستے رہ گئے تھے۔ ایک یہ کہ ان عورتوں کی بات مان لیں اور دوسرا یہ کہ قید ہونا گوارا کر لیں۔

یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا یوسف نے اپنے پروردگار سے ہی فریاد کی کہ اس دور ابتلاء میں تو ہی مجھے ثابت قدم رکھ سکتا ہے اور ان عورتوں کی مکاریوں سے محفوظ رکھ سکتا ہے ورنہ ان طوفانوں کا مقابلہ کرنے کی مجھ میں ہمت نہیں۔ میں تو اس گندے ماحول سے یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ قید کی مشقت گوارا کرلوں۔

(۲)دوسری دعا

حضرت یوسف علیہ السلام کی دوسری دعا سورۃ یوسف میں یہ ہے

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ (۱۰۱)يوسف

اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ حکومت دی ہے اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بھی سکھلایا ہے اے آسمانوں اور زمین کے بنانے والے! دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا کارساز ہے تو مجھے اسلام پر موت دے اور مجھے نیک بختوں میں شامل کر دے۔

نبوت مل چکی، بادشاہت عطا ہو گئی، دکھ کٹ گئے، ماں باپ اور بھائی سب سے ملاقات ہو گئی تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسے یہ دنیوی نعمتیں تو نے مجھ پر پوری کی ہیں، ان نعمتوں کو آخرت میں پوری فرما، جب بھی موت آئے تو اسلام پر اور تیری فرمانبرداری پر آئے اور میں نیک لوگوں میں ملا دیا جاؤں اور نبیوں اور رسولوں میں بہت ممکن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا بوقت وفات ہو۔ جیسے کہ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ثابت ہے کہ انتقال کے وقت رسول اللہ ﷺ نے اپنی انگلی اٹھائی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ! رفیق اعلیٰ میں ملا دے۔ تین مرتبہ آپ نے یہی دعا کی۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کا مقصود یہ ہے کہ جب بھی وفات آئے اسلام پر آئے اور نیکوں میں مل جاؤں۔ یہ نہیں کہ اسی وقت آپ نے یہ دعا اپنی موت کے لئے کی ہو۔ اس کی بالکل وہی مثال ہے جب کوئی کسی کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تجھے اسلام پر موت دے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ابھی ہی تجھے موت آجائے۔ یا جیسے ہم مانگتے ہیں کہ اللہ ہمیں تیرے دین پر ہی موت آئے یا ہماری یہی دعا کہ اللہ مجھے اسلام پر مار اور نیکو کاروں میں ملا۔ اور اگر یہی مراد ہو کہ واقعی آپ نے اسی وقت موت مانگی تو ممکن ہے کہ یہ بات اس شریعت میں جائز ہو۔ چنانچہ قتادہؒ کا قول ہے کہ جب آپ کے تمام کام بن گئے، آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں، ملک، مال،

عزت، آبرو، خاندان، برادری، بادشاہت سب مل گئے تو آپ کو صالحین کی جماعت میں پہنچنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہی سب سے پہلے اس دعا کے مانگنے والے ہیں، ممکن ہے اس سے مراد ابن عباس کی یہ ہو کہ اس دعا کو سب سے پہلے کرنے والے یعنی خاتمہ اسلام پر ہونے کی دعا کے سب سے پہلے مانگنے والے آپ ہی تھے۔ جیسے کہ یہ دعا رَبِّ اغفِرلِی وَلِوَالِدَیَّ سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے مانگی تھی۔ اس کے باوجود بھی اگر یہی کہا جائے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی ہی دعا کی تھی تو ہم کہتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان کے دین میں جائز ہو۔ ہمارے ہاں تو سخت ممنوع ہے۔

مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی کسی سختی اور ضرر سے گھبرا کر موت کی آرزو نہ کرے اگر اسے ایسی ہی تمنا کرنی ضروری ہے تو یوں کہے اے اللہ! جب تک میری حیات تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہے، مجھے زندہ رکھ اور جب تیرے علم میں میری موت میرے لئے بہتر ہو، مجھے موت دے دے۔

بخاری مسلم کی اسی حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی کسی سختی کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے اگر وہ نیک ہے تو اس کی زندگی اس کی نیکیاں بڑھائے گی اور اگر وہ بد ہے تو بہت ممکن ہے کہ زندگی میں کسی وقت توبہ کی توفیق ہو جائے بلکہ یوں کہے اے اللہ! جب تک میرے لئے حیات بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ۔

مسند احمد میں ہے ہم ایک مرتبہ حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ہمیں وعظ و نصیحت کی اور ہمارے دل گرما دیے۔ اس وقت ہم میں سب سے زیادہ رونے والے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے، روتے ہی روتے ان کی زبان سے نکل گیا کہ کاش! کہ میں مر جاتا آپ نے فرمایا: سعد! میرے سامنے موت کی تمنا کرتے ہو؟ تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے۔ پھر فرمایا: اے سعد! اگر تو جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو جس قدر عمر بڑھے گی اور نیکیاں زیادہ ہوں گی، تیرے حق میں بہتر ہے۔

مسند میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ہرگز ہرگز موت کی تمنا نہ کرے نہ اس کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ آئے۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہو کہ اسے اپنے اعمال کا وثوق اور ان پر یقین ہو۔ سنو تم میں سے جو مرتا ہے، اس کے اعمال ختم ہو جاتے ہیں۔ مومن کے اعمال اس کی نیکیاں ہی بڑھاتے ہیں۔ یہ یاد

رہے کہ یہ حکم اس مصیبت میں ہے جو دنیوی ہو اور اسی کی ذات کے متعلق ہو۔ لیکن اگر فتنہ مذہبی ہو، مصیبت دینی ہو، تو موت کا سوال جائز ہے۔ جیسا کہ فرعون کے جادوگروں نے اس وقت دعا کی تھی جب کہ فرعون انہیں قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا۔ کہا تھا کہ اللہ ہم کو صبر عطا کر اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے۔ اسی طرح حضرت مریمؑ جب دردزہ سے گھبرا کر کھجور کے تنے تلے گئیں تو بے ساختہ منہ سے نکل گیا کہ کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور آج تو لوگوں کی زبان و دل سے بھلا دی گئی ہوتی۔ یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب معلوم ہوا کہ لوگ انہیں زنا کی تہمت لگا رہے ہیں، اس لئے کہ آپ خاوند والی نہ تھیں اور حمل ٹھر گیا تھا۔ پھر بچہ پیدا ہوا تھا اور دنیا نے شور مچایا تھا کہ مریم بڑی بدعورت ہے، نہ ماں بری نہ باپ بدکار۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی خلاصی کر دی اور اپنے بندے حضرت عیسیٰؑ کو گھوارے میں زبان دی اور مخلوق کو زبردست معجزہ اور ظاہر نشان دکھا دیا۔

دعائے ایوب علیہ السلام

حضرت ایوب علیہ السلام کے والد کا نام مرص بن زراح بن عیص بن اسحاق بن ابراہیم تھا، ابن عساکر کے مطابق ان کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیٹی تھیں، البدایہ والنھایہ میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ان کے والد ان لوگوں میں سے ایک تھے جو ابراہیم علیہ السلام کے آتش نمرود میں ڈالے جانے والے دن مسلمان ہوئے تھے، قرآن کریم نے انہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ذکر فرمایا ہے جیسے ارشاد ہے (وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ ويوسف وموسى وهرون)

اوران کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون تھے، اس میں ضمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔

حضرت ایوب ان انبیاء میں سے ہیں جن کی طرف وحی نازل کی گئی ہے، جیسے قرآن میں ہے

(إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وإسحق وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ)

بے شک ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی نازل کی ہے جیسے ہم نے وحی کی نوح کی طرف اوران کے بعد انبیاء کی طرف اور وحی کی ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، ان کی اولاد، عیسی اور ایوب کی طرف۔

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ درست بات یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام عیص بن اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، ان کی بیوی کا نام بعض کے ہاں لیا بنت یعقوب اور بعض کے نزدیک رحمہ بنت افراہیم ہے (البدایہ والنھایہ ج۱)

علماء تفسیر کہتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام بہت مالدار آدمی تھے، آپ کے پاس ہر طرح کا مال تھا ہر قسم کے جانورومویشی تھے، بہت سے غلام بھی ان کے ہاں تھے، آپ سرزمین حوران میں بثینہ نامی مقام پر بہت بڑے قطعہ اراضی کے مالک بھی تھے۔

آزمائش وابتلاء

علامہ ابن کثیر ابن عساکر کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ایوب علیہ السلام کے پاس تھا، مگر یہ سب کچھ چھن گیا، جسم میں مختلف قسم کے امتحان ڈال دیے گئے، جسم کا کوئی حصہ سلامت نہ رہا، سوائے دل اور زبان کے، اس کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے تھے، مگر اس سب کچھ کے ہونے کے باوجود آپ صابر رہے، اس آزمائش پر ثواب کی امید لگائے رہے، دن رات، صبح وشام اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔

ایوب علیہ السلام کی بیماری کا دورانیہ طویل ہو گیا، پاس بیٹھنے والے کو ان کے پاس بیٹھنا اچھا نہیں لگتا تھا، دوست اور غم خواروں کو وحشت آتی تھی، انہیں شہر سے باہر نکال دیا گیا، بیوی کے علاوہ کوئی آدمی ان کے پاس نہیں جاتا تھا، وہ ان کی خدمت کرتی تھی، ان کے پرانے احسانات کو یاد کرتی تھی، ایوب علیہ السلام کی اپنے اوپر شفقت کو یاد کرتی تھی، وہ ان کے کام کاج کرتی تھی، قضائے حاجت میں ان کو لے کر جاتی تھی۔

بیوی بھی اس صورت حال میں کمزور ہو گئی، مال ودولت کم ہو گئی تو بیوی نے مزدوری شروع کر دی، تاکہ ایوب علیہ السلام کی خدمت میں کوئی کمی نہ آئے، ایوب علیہ السلام کی طرح وہ بھی صابرہ عورت تھی، مال واولاد کی جدائی، مال ودولت کی قلت، آزمائش اور امتحان کی سخت ترین گھڑیاں، اس قدر نیک نامی، نیک بختی کے بعد لوگوں کا کام کاج کرنا یہ سب ایک امتحان تھا، مگر وہ صابرہ وشاکرہ رہی۔

نبی کریم ﷺ کے ایک ارشاد کے مطابق انسان جس قدر دین میں مضبوط ہوتا ہے اسی قدر اسے آزمائشوں اور امتحانوں سے دوچار کیا جاتا ہے، جیسے حضرات انبیائے کرام اور ان کے بعد صالح اور نیک لوگ، ان آزمائشوں سے گزرتے ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام پر آنے والی آزمائشیں اور امتحانات بھی اسی

قبیل سے ہیں، ان آزمائشوں اور امتحانات نے ان کے صبر واحتساب میں اضافہ کیا، وہ ان پر اللہ کی حمد وثناء ہی کرتے رہتے تھے، وہ صبر کے پہاڑ بن کر ان کو برداشت کرتے تھے، اسی لیے تو صبر ایوب ایک ضرب المثل بن گیا۔

علامہ ابن کثیر نے البدایہ والنھایہ میں مختلف اقوال نقل فرمائے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کتنا عرصہ امتحان میں رہے، کتنا عرصہ بیمار رہے، وھب کہتے ہیں کہ تین سال ان پر یہ امتحان رہا نہ اس سے زیادہ نہ کم، حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ سات سال سے کچھ اوپر مہینے وہ اس بیماری اور آزمائش میں رہے، حمید کہتے ہیں کہ یہ امتحان آٹھ سال تک رہا، حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے ایوبؑ کے اس امتحان کی مدت اٹھارہ سال بیان کی ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ ان کے جسم سے گوشت گر چکا تھا، صرف ہڈیاں اوپٹھے باقی رہ گئے تھے، ان کی بیوی ان کے لیے راکھ لے کر آتی جو ان کے نیچے بچھاتی تھی اور ساتھ ہی اپنے شوہر ایوب علیہ السلام کو کہتی کہ

(يَا أَيُّوبُ لَوْ دَعَوْتَ رَبَّكَ لَفَرَّجَ عَنْكَ فَقَالَ قَدْ عِشْتُ سَبْعِينَ سَنَةً صَحِيحًا فَهُوَ قَلِيلٌ لِلّٰهِ أَنْ أَصْبِرَ لَهُ سَبْعِينَ سَنَةً) (البدايه والنهايه ج۱)

اے ایوب! اگر آپ اپنے رب سے دعا کریں تو وہ آپ کی اس تکلیف کو دور کر دے گا، اس پر ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ستر سال تک تندرست رہا وہ تھوڑے ہیں؟ میں اللہ کے لیے ستر سال صبر کروں گا۔

وہ یہ بات سن کر رونے لگیں، لوگوں کے کام کاج کر کے ایوب علیہ السلام کو کھلاتی تھیں، پھر جب لوگوں کو پتا چلا کہ یہ تو ایوب علیہ السلام کی بیوی ہے تو وہ ان سے کام نہیں کرواتے تھے، اس ڈر کی وجہ سے کہ کہیں اس کی وجہ سے وہ بیماری ہمیں بھی نہ لگ جائے، چنانچہ انہوں نے اپنی مینڈھیوں میں سے ایک مینڈھی ایک امیر زادی کے ہاتھ بیچی جس سے قیمتی غلہ زیادہ مقدار میں خرید لیا اور ایوب علیہ السلام کے پاس لے کر آئیں، انہوں نے پوچھا کہ یہ کہاں سے لائی ہو؟ تو انہوں نے بات بتا دی، چنانچہ ایوب علیہ السلام نے اسے ناپسند کیا، اگلے روز جب انہوں نے وہی ماجرا دیکھا تو دوسری مینڈھی بھی بیچ ڈالی، جس سے غلہ لے کر آئیں مگر ایوب علیہ السلام نے آج بھی اس بات کو ناپسند کیا اور قسم کھالی کہ وہ اسے اس وقت تک نہیں کھائیں گے جب تک تو یہ بتا نہ دے کہ یہ کھانا کہاں سے لائی ہے؟ اس سوال پر انہوں نے اپنے سر سے چادر اتاری

توایوب علیہ السلام کیا دیکھتے ہیں کہ ان کا سر منڈھا ہوا ہے ،اس پر ایوب علیہ السلام نے بار گاہ رب العالمین میں عرض کی

(أَنِّي مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ) [الأنبياء: ٨٣].

مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔

البدایہ والنہایہ میں عبد اللہ بن عبید بن عمیر کے حوالے سے ایک واقعہ لکھا ہے کہ حضرت ایوب علیہ السلام کے دو بھائی تھے ،ایک دن وہ ان کے پاس آئے ، مگر وہ ان کے قریب نہ جاسکے ،دور ہی کھڑے رہے ،ان میں سے ایک نے کہا کہ اگر اللہ ایوب میں کوئی بھلائی و خیر دیکھتے تو انہیں اس امتحان میں نہ ڈالتے ،ان کی اس بات سے ایوب علیہ السلام اس قدر پریشان ہوئے کہ کبھی کسی بات سے اتنے پریشان نہ ہوئے ، عرض کرنے لگے

(اللّٰهم إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي لَمْ أَبِتْ لَيْلَةً قَطُّ شَبْعَانًا وَأَنَا أَعْلَمُ مَكَانَ جَائِعٍ فَصَدِّقْنِي)

اے اللہ !تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی شکم سیر ہو کر رات نہیں گزاری درانحالیکہ میں کسی بھوکے کی جگہ کو جانتا ہو تا، پس میری تصدیق کیجیے ،اس پر ان کی تصدیق کی گئی تو وہ دونوں بھائی سن رہے تھے ، پھر عرض کی

(اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّي لَمْ يَكُنْ لِي قَمِيصَانِ قَطُّ وَأَنَا أَعْلَمُ مَكَانَ عَارٍ فَصَدِّقْنِي)

اے اللہ !تو جانتا ہے کہ میری کبھی دو قمیصیں نہیں ہوئیں اس حال میں کہ مجھے کسی ننگے آدمی کا علم ہو تا، پس میری تصدیق کیجیے ،پس آسمان سے تصدیق کی گئی تو وہ دونوں سن رہے تھے۔ پھر عرض کرنے لگے

اللّٰهُمَّ بِعِزَّتِكَ

اے اللہ !تیری عزت کی قسم !یہ کہتے ہی سجدے میں چلے گئے ، پھر عرض کرنے لگے

اللّٰهُمَّ بِعِزَّتِكَ لَا أَرْفَعُ رَأْسِي أَبَدًا حَتَّى تَكْشِفَ عَنِّي

اے اللہ !تیری عزت کی قسم !میں اس وقت تک زمین سے سر نہیں اٹھاؤں گا جس وقت تو میری اس حالت کو مجھ سے دور نہیں کر دیتا۔ اس وقت تک آپ علیہ السلام نے سر نہیں اٹھایا جب تک یہ حالت آپ سے ختم نہیں ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ج۱)

امتحان وآزمائش کا خاتمہ

حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے دوران ان کی بیوی انہیں قضائے حاجت کے لیے لے جاتی تھیں، جب وہ فارغ ہو جاتے تو وہ ہاتھ تھام کر انہیں واپس لاتی تھیں، ایک دن ان کی بیوی نے دیر کر دی، اسی دوران اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی

(ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ) [ص: ۴۲]

اپنا پاؤں (زمین پر مار) یہ ٹھنڈا چشمہ نہانے اور پینے کو ہے۔

جب ان کی بیوی ان کے پاس پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش اور امتحان ختم کر دیا، جو بیماری انہیں تھی وہ اللہ نے ختم کر دی اور وہ اس وقت بہت ہی خوبصورت شکل میں موجود ہیں، یہ منظر دیکھتے ہوئے پوچھنے لگیں، ارے! کیا تو نے اللہ کے نبی کو یہاں نہیں دیکھا؟ اللہ کی قسم جب وہ تندرست تھے تو تیری شکل کے ساتھ ملتے جلتے تھے، اس پر ایوب علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ میں ہی ہوں۔ (البدایہ ج ا)

اللہ تعالیٰ نے پانی کا چشمہ جاری کر دیا جس سے ایوب علیہ السلام نے پیا تو جسم کی اندرونی بیماریاں اور ظاہری بیماریاں ختم ہو گئیں، بعض کے نزدیک دو چشمے تھے ایک سے پیا اور دوسرے سے غسل کیا۔

امتحان کے بعد نعمتیں لوٹ آئیں

علامہ ابن کثیرؒ ایک روایت ذکر کرتے ہیں کہ ایوب علیہ السلام کی دو کوٹھیاں تھیں ایک گندم کیلئے اور ایک جو کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے دو بادل بھیجے ایک میں سونا برسا اور ایک کوٹھی اناج کی اس سے بھر گئی دوسرے میں سے بھی سونا برسا اور دوسری کوٹھی اس سے بھر گئی (البدایہ بحوالہ ابن جریر)

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کو جنت کا لباس پہنا دیا تھا، ایوب ایک طرف ہوئے اور ایک کونے میں بیٹھ گئے، ان کی بیوی آئیں تو انہیں اس حالت میں پہچان نہ سکیں، کہنے لگیں کہ اے اللہ کے بندے! یہاں ایک شخص تھا جو بیمار تھا شاید اسے کتے اٹھا کر لے گئے ہیں یا پھر بھیڑیے کھا گئے ہیں، ان کے ساتھ کچھ دیر تک باتیں کرتی رہیں، اس کے بعد ایوب علیہ السلام نے کہا کہ شاید میں ایوب ہی ہوں، بیوی کہنے لگیں کہ کیا آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں؟ ایوب علیہ السلام نے فرمایا: میں ہی ایوب ہوں اللہ نے میرا جسم مجھے واپس کر دیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ ج ا)

اسی طرح ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ نے انہیں ان کا مال واپس کر دیا، ان کی اولاد ان کی آنکھوں کے سامنے واپس کر دی اور ان سب نعمتوں کی طرح اور بھی مزید عطا کیں۔

حضرت وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ

قَدْ رَدَدْتُ عَلَيْكَ أَهْلَكَ وَمَالَكَ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ فَاغْتَسِلْ بِهَذَا الْمَاءِ فَإِنَّ فِيهِ شِفَاءَكَ وَقَرِّبْ عَنْ صَحَابَتِكَ قُرْبَانًا وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّهُمْ قَدْ عَصَوْنِي فِيكَ رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ.

میں نے تجھے تیری اولاد واپس کر دی ہے، تیرا مال تجھے واپس کر دیا ہے اور اس جتنا اور بھی تجھے دیا ہے، اس چشمے سے پانی پی اس میں تیرے لیے شفا ہے، اپنے دوستوں کی طرف سے قربانی کر اور ان کے لیے استغفار کر، انہوں نے تیرے سے متعلق میری نافرمانی کی ہے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَمَّا عَافَى اللَّهُ أَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَمْطَرَ عَلَيْهِ جَرَادًا مِنْ ذَهَبٍ فَجَعَلَ يَأْخُذُ بِيَدِهِ وَيَجْعَلُ فِي ثَوْبِهِ قَالَ فَقِيلَ لَهُ يَا أَيُّوبُ أَمَا تَشْبَعُ؟قَالَ يَا رَبِّ وَمَنْ يَشْبَعُ مِنْ رَحْمَتِكَ (البدایہ،تفسیرابن کثیر)

جب اللہ نے ایوب علیہ السلام کو صحت دی تو ان پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش کر دی وہ ان ٹڈیوں کو اپنے ہاتھوں سے پکڑتے جاتے تھے اور اپنے کپڑے میں ڈالتے جاتے تھے، اس پر انہیں کہا گیا کہ اے ایوب! کیا تم سیر نہیں ہوئے؟ اس پر ایوب علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے اللہ! تیری رحمت سے کون سیر ہوتا ہے؟

طبری نے نقل کیا ہے کہ ایوب علیہ السلام پر ایمان لانے والے تین ہی بندے تھے، ان میں ایک کا نام یلدد، دوسرے کا الیفر اور تیسرے کا نام صافر تھا، تورات میں ان تینوں کے نام یہ ہیں یلدد شوحی، یفار یمانی اور صوفر نعمانی۔ (بحوالہ البدایہ والنہایہ ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش اور امتحان کے بعد ایوب علیہ السلام کو سب کچھ دے دیا تھا اولاد بھی مل گئی تھی، مال کی فراوانی بھی ہو گئی تھی، سونے کی ٹڈیوں کی بارش کر دی گئی تھی، اولاد کو اللہ نے ان کی آنکھوں کے سامنے دوبارہ زندہ اٹھا دیا تھا۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ نے ایوب علیہ السلام کی جوانی لوٹا دی تھی بلکہ اس جوانی میں اضافہ بھی کر دیا تھا اور سولہ مذکر بچے اللہ نے عطا فرمائے تھے۔ اس کے بعد ایوب علیہ السلام ستر سال تک دنیا میں رہے، روم میں رہائش پذیر تھے۔

دعائے یونس بن متی علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے یونس علیہ السلام کو نینوا والوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا، نینوا عراق میں موصل میں واقع ہے یونس علیہ السلام نے ان لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت کی طرف دعوت دی، مگر انہوں نے اتباع کرنے کی بجائے انکار کیا، انہیں جھٹلایا اوران کی مخالفت کی، جب نافرمانی کا یہ دور لمبا ہو گیا تو یونس علیہ السلام نے انہیں ڈرایا کہ تین دن کے اندراندر تم پر عذاب آجائے گا (امام رازی کی تفسیر میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ چالیس دن بعد تم پر عذاب آجائے گا) پھر خود ناراض ہو کر غصے کی حالت میں بستی سے نکل گئے، اللہ نے ان کے نکل جانے کے بعد ان کی قوم پر عذاب بھیجا، اس عذاب کے آثار دیکھ کر یہ لوگ ایمان لے آئے، جس سے عذاب ٹل گیا، قرآن کریم نے مختلف مقامات پر حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیا ہے اوران کے نام پر ایک مستقل سورت بھی نازل فرمائی ہے،

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

(فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَت فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ) [یونس: ۹۸]

سو کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی جو ایمان لاتی تو اس کا ایمان اسے نفع دیتا سوائے یونس کی قوم کے کہ جب وہ ایمان لائے تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ہم نے انھیں ایک وقت تک فائدہ پہنچایا۔

یہ واقعہ یہاں بھی مذکور ہے اور سورۃ صافات میں بھی ہے اور سورۃ نون میں بھی ہے۔ حضرت یونس بن متی علیہ السلام نے اللہ کی راہ کی دعوت دی لیکن قوم ایمان نہ لائی۔ آپ وہاں سے ناراض ہو کر چل دئے اور ان لوگوں سے کہنے لگے کہ تین دن میں تم پر عذاب الٰہی آجائے گا جب انہیں اس بات کی تحقیق ہو گئی اور انہوں نے جان لیا کہ انبیاء علیہم السلام جھوٹے نہیں ہوتے تو یہ سب کے سب چھوٹے بڑے مع اپنے جانوروں اور مویشیوں کے جنگل میں نکل کھڑے ہوئے بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور بلک بلک کر نہایت

گریہ و زاری سے جناب باری تعالیٰ میں فریاد شروع کر دی۔ ادھر ان کی آہ وبکاء ادھر جانوروں کی بھیانک صداغرض اللہ کی رحمت متوجہ ہوگئی عذاب اٹھالیا گیا۔ جیسے فرمان ہے

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۹۸ یونس)

یعنی عذابوں کی تحقیق کے بعد کے ایمان نے کسی کو نفع نہیں دیا سوائے قوم یونس کے کہ ان کے ایمان کی وجہ سے ہم نے ان پر سے عذاب ہٹالیے اور دنیا کی رسوائی سے انہیں بچالیا اور موت تک کی مہلت دے دی۔ حضرت یونس علیہ السلام یہاں سے چل کر ایک کشتی میں سوار ہوئے آگے جاکر طوفان کے آثار نمودار ہوئے ۔ قریب تھا کہ کشتی ڈوب جائے مشورہ یہ ہوا کہ کسی آدمی کو دریا میں ڈال دینا چاہے کہ وزن کم ہو جائے۔ قرعہ حضرت یونس علیہ السلام کا نکلا لیکن کسی نے آپ کو دریا میں ڈالنا پسند نہ کیا۔ دوبارہ قرعہ اندازی ہوئی آپ ہی کا نام نکلا تیسری مرتبہ پھر قرعہ ڈالا اب کی مرتبہ بھی آپ ہی کا نام نکلا۔ چنانچہ خود قرآن میں ہے

(فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ١ (الصافات:۱۴۱)

اب کہ حضرت یونس علیہ السلام خود کھڑے ہوگئے، کپڑے اتار کر دریا میں کود پڑے۔ بحر اخضر سے بحکم الٰہی ایک مچھلی پانی کو چیرتی ہوئی آئی اور آپ کو لقمہ کر گئی۔ لیکن بحکم اللہ مچھلی نے آپ کی ہڈی توڑی نہ جسم کو کچھ نقصان پہچایا۔ آپ اس کے لئے غذا نہ تھے بلکہ اس کا پیٹ آپ کے لئے قید خانہ تھا۔ اسی وجہ سے آپ کی نسبت مچھلی کی طرف کی گئی عربی میں مچھلی کو نون کہتے ہیں۔

سورۃ الصافات میں ارشاد ہے

وَإِنَّ يُونُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (۱۳۹) إِذْ أَبَقَ إِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ (۱۴۰) فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ (۱۴۱) فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ (۱۴۲) فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ (۱۴۳) لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ (۱۴۴) فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ (۱۴۵) وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ (۱۴۶) وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَى مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ (۱۴۷) فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ (۱۴۸)

اور یونس بھی پیغمبروں میں سے تھے۔ جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے۔ اس وقت قرعہ ڈالا تو انہوں نے زک اٹھائی۔ پھر مچھلی نے ان کو نگل لیا اور وہ (قابل) ملامت (کام) کرنے والے تھے۔ پھر اگر وہ (خدا

کی) پاکی بیان نہ کرتے۔ تو اس روز تک کہ لوگ دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اسی کے پیٹ میں رہتے۔ پھر ہم نے ان کو جبکہ وہ بیمار تھے فراخ میدان میں ڈال دیا۔ اور ان پر کدو کا درخت اگایا۔ اور ان کو لاکھ یا اس سے زیادہ (لوگوں) کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔ تو وہ ایمان لے آئے سو ہم نے بھی ان کو (دنیا میں) ایک وقت (مقرر) تک فائدے دیتے رہے۔

سورۃ النون والقلم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَى وَهُوَ مَكْظُومٌ (۴۸) لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِنْ رَبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ (۴۹) فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ (۵۰)القلم

تو اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کئے رہو اور مچھلی (کا لقمہ ہونے) والے (یونس) کی طرح نہ ہونا کہ انہوں نے خدا کو پکارا اور وہ غم وغصے میں بھرے ہوئے تھے۔

اگر تمہارے پروردگار کی مہربانی ان کی یاوری نہ کرتی تو وہ چٹیل میدان میں ڈال دیے جاتے اور ان کا حال ابتر ہو جاتا۔ پھر پروردگار نے ان کو برگزیدہ کر کے نیکوکاروں میں کر دیا۔

دعائے یونس علیہ السلام کے الفاظ

قرآن کریم کی ان مبارک آیات سے یہ بات تو معلوم ہوگئی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں رہے، اللہ نے ان پر مہربانی کی اور انہیں مچھلی کے پیٹ میں محفوظ رکھا، رات کے اندھیرے، پانی کے اندھیرے اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے میں یونس علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں فریاد کی، جس کا ذکر سورۃ الانبیاء میں ہے

وَذَا النُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (۸۷)

اور مچھلی کے پیٹ والے نبی علیہ السلام کو بھی یاد فرمایئے، جب وہ (اپنی قوم پر) غضبناک ہو کر چل دیئے پس انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ ہم ان پر (اس سفر میں) کوئی تنگی نہیں کریں گے پھر انہوں نے (دریا، رات اور مچھلی کے پیٹ کی تہہ در تہہ) تاریکیوں میں (پھنس کر) پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات پاک ہے، بیشک میں ہی (اپنی جان پر) زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔

دعا کی قبولیت

اللہ نے فرمایا کہ یونس علیہ السلام نے ہمیں اندھیروں میں پکارا، ان اندھیروں سے مراد رات کی تاریکی، پانی کی گہرائی اور مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا مراد ہے، اللہ نے ان اندھیروں میں سے یونس علیہ السلام کی آواز اور فریاد سنی اور قبول کی، ارشاد ہے

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِينَ (۸۸)

ہم نے یونس علیہ السلام کی دعا قبول کی اور انہیں غم سے نجات عطا کی، ہم اسی طرح اہل ایمان کو نجات دیا کرتے ہیں۔

آپ نے سمندر کی تہہ کی کنکریوں کی تسبیح سنی اور خود بھی تسبیح کرنی شروع کی۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں جا کر پہلے تو سمجھے کہ میں مر گیا پھر پیر کو ہلایا تو یقین ہوا کہ میں زندہ ہوں۔ وہیں سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے، اے میرے اللہ! میں نے تیرے لئے اس جگہ کو مسجد بنایا جسے اس سے پہلے کسی نے جائے سجود نہ بنایا ہو گا۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں چالیس دن آپ مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ ابن جریر میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کے قید کا ارادہ کیا تو مچھلی کو حکم دیا کہ آپ کو نگل لے لیکن اس طرح کے نہ ہڈی ٹوٹے نہ جسم پر خراش آئے جب آپ سمندر کی تہہ میں پہنچے تو وہاں تسبیح سن کر حیران رہ گئے وحی آئی کہ یہ سمندر کے جانوروں کی تسبیح ہے۔ چنانچہ آپ نے بھی اللہ کی تسبیح شروع کر دی اسے سن کر فرشتوں نے کہا اے اللہ! یہ آواز تو بہت دور کی اور بہت کمزور ہے کس کی ہے؟ ہم تو نہیں پہچان سکے۔ جواب ملا کہ یہ میرے بندے یونس کی آواز ہے اس نے میری نافرمانی کی میں نے اسے مچھلی کے پیٹ کے قید خانے میں ڈال دیا ہے۔ انہوں نے کہا پروردگار ان کے نیک اعمال تو دن رات کے ہر وقت چڑھتے ہی رہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی سفارش قبول فرمائی اور مچھلی کو حکم دیا کہ وہ آپ کو کنارے پر اگل دے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اللہ کے حکم سے مچھلی نے آپ علیہ السلام کو دریا کے کنارے پر ڈال دیا، جہاں اللہ نے ان کے کھانے پینے کا غیبی انتظام فرمایا، قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا

فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ (۱۴۵) وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِنْ يَقْطِينٍ (۱۴۶) الصَّافَّاتِ

پھر ہم نے ان کو جبکہ وہ بیمار تھے فراخ میدان میں ڈال دیا۔ اور ان پر کدو کا درخت اگا یا۔

يَقْطِين کا اطلاق ہر اس پودے پر ہوتا ہے جس کا تنا نہ ہو مثلاً کدو، ککڑی، تربوز وغیرہ اور خصوصاً اس کا اطلاق پیٹھا کدو کی بیل پر ہوتا ہے۔ یہ پودا اللہ کے امر سے وہاں اگ آیا تھا۔ اس کے پتے چوڑے چوڑے ہوتے ہیں جو دھوپ وغیرہ سے سایہ کا کام دیتے ہیں۔ نیز کہتے ہیں کہ مکھی اس پودے کے نزدیک نہیں آتی۔

آپ کی خوراک کا اللہ تعالیٰ نے کیا انتظام فرمایا؟ قرآن وسنت میں اس کا ذکر نہیں ملتا البتہ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ روزانہ ایک ہرنی آتی تھی جس کا آپ دودھ پی لیتے تھے۔ یہاں تک کہ چند دنوں میں آپ چلنے پھرنے کے قابل ہو گئے۔

دعائے یونس کی ایک خاص شان

مسند احمد وترمذی میں ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام کیا آپ نے مجھے غور سے دیکھا اور میرے سلام کا جواب نہ دیا، میں نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب سے آکر شکایت کی آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان سے کہا: کہ آپ نے ایک مسلمان بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا؟ آپ نے فرمایا نہ یہ آئے نہ انہوں نے سلام کیا نہ یہ کہ میں نے انہیں جواب نہ دیا ہو۔ اس پر میں نے قسم کھائی تو آپ نے بھی میرے مقابلے میں قسم کھالی پھر کچھ خیال کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے توبہ واستغفار کیا اور فرمایا ٹھیک ہے۔ آپ نکلے تھے لیکن میں اس وقت اپنے دل سے وہ بات کہہ رہا تھا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ واللہ مجھے جب وہ یاد آتی ہے میری آنکھوں پر ہی نہیں بلکہ میرے دل پر بھی پردہ پڑ جاتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں آپ کو اس کی خبر دیتا ہوں رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے اول دعا کا ذکر کیا ہی تھا جو ایک اعرابی آگیا اور آپ کو اپنی باتوں میں مشغول کر لیا، وقت گزرتا گیا اب حضور ﷺ وہاں سے اٹھے اور مکان کی طرف تشریف لے چلے، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیا جب آپ ﷺ گھر کے قریب پہنچ گئے مجھے ڈر لگا کہ کہیں آپ اندر نہ چلے جائیں اور میں رہ جاؤں تو میں نے زور زور سے پاؤں مار مار کر چلنا شروع کیا میری جوتیوں کی آہٹ سن کر آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ابو اسحاق؟

میں نے کہا جی ہاں یارسول میں ہی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاں ہاں وہ دعا حضرت ذوالنون علیہ السلام کی تھی جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں کی تھی یعنی

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (۸۷) الأنبياء)

سنو جو بھی مسلمان جس کسی معاملے میں جب کبھی اپنے رب سے یہ دعا کرے اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے

ابن ابی حاتم میں ہے جو بھی حضرت یونس علیہ السلام کی اس دعا کے ساتھ دعا کرے اس کی دعا ضرور قبول کی جائے۔ ابو سعید فرماتے ہیں اسی آیت میں اس کے بعد ہی فرمان ہے ہم اسی طرح مؤمنوں کو نجات دیتے ہیں۔

ابن جریر میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں اللہ کا وہ نام جس سے وہ پکارا جائے تو قبول فرما لے اور جو مانگا جائے وہ عطا فرمائے وہ حضرت یونس بن متی کی دعا میں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں میں نے کہا: یارسول اللہ! وہ حضرت یونس کے لئے ہی خاص تھی یا تمام مسلمانوں کے لئے عام ہے؟ فرمایا: ان کے لئے خاص اور تمام مسلمانوں کے لئے عام جو بھی یہ دعا کرے۔ کیا تو نے قرآن میں نہیں پڑھا کہ ہم نے اس کی دعا قبول فرمائی اسے غم سے چھڑایا اور اسی طرح ہم مومنوں کو چھڑاتے ہیں۔ پس جو بھی اس دعا کو کرے اس سے اللہ کا قبولیت کا وعدہ ہو چکا ہے۔

ابن ابی حاتم میں ہے کثیر بن سعید فرماتے ہیں میں نے امام حسن بصریؒ سے پوچھا کہ ابو سعید اللہ کا وہ اسم اعظم کہ جب اس کے ساتھ اس سے دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرمالے اور جب اس کے ساتھ اس سے سوال کیا جائے تو وہ عطا فرمائے کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ بھتیجے! کیا تم نے قرآن کریم میں اللہ کا یہ فرمان نہیں پڑھا؟ پھر آپ نے یہی دو آیتیں تلاوت فرمائیں اور فرمایا بھتیجے! یہی اللہ کا وہ اسم اعظم ہے کہ جب اس کے ساتھ دعا کی جائے وہ قبول فرماتا ہے اور جب اس کے ساتھ اس سے مانگا جائے وہ عطا فرماتا ہے۔

دعائے موسیٰ علیہ السلام

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی چند دعاؤں کا ذکر ملتا ہے، ان ساری دعاؤں کا تعلق ان کی زندگی کے ساتھ ہے، زندگی کے گزرتے مراحل کے ساتھ ہے، ان کی دعوت کے ساتھ ہے۔

(۱) قبطی کے قتل کے بعد مانگی جانے والی دعا

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے شاہی محل میں پرورش پائی تو اس کے بعد ایک دن شہر میں داخل ہوا تو وہاں لڑائی جھگڑا ہوتے ہوئے دیکھا، جو ایک اسرائیلی اور قبطی کے درمیان ہو رہا تھا، اسرائیلی نے قبطی کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کو مدد کے لیے پکارا، اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اس ظالم قبطی کو ہٹانے کے لیے ایک معمولی سا مکا رسید کیا، عام طور پر اس طرح مارنے سے بندہ مرتا نہیں ہے ، مگر اس ہلکے سے مکے سے یہ قبطی مر گیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَى حِينِ غَفْلَةٍ مِنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَى فَقَضَى عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ (۱۵) قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (۱۶) قَالَ رَبِّ بِمَا أَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ أَكُونَ ظَهِيرًا لِلْمُجْرِمِينَ (۱۷)القصص)

اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے بے خبر ہو رہے تھے تو دیکھا کہ وہاں دو شخص لڑ رہے ہیں ایک تو موسیٰ کی قوم کا ہے اور دوسرا ان کے دشمنوں میں سے تو جو شخص انکی قوم میں سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلے میں جو موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا موسیٰ سے مدد طلب کی تو انہوں نے اسکو مکا مارا اور اس کا کام تمام کر دیا کہنے لگے کہ یہ کام تو (اغوائے) شیطان سے ہوا بیشک وہ (انسان کا) دشمن اور صریح بہکانے والا ہے بولے کہ اے پروردگار میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو مجھے بخش دے تو خدا نے انکو بخش دیا بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہنے لگے کہ اے پروردگار! تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے میں (آئندہ) کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ بنوں گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جس خطا کا صدور ہوا تھا اس کی اللہ کی بارگاہ میں معافی کی درخواست کی کہ انہوں نے اس قبطی کو جان سے مارنے کا ارادہ نہیں کیا تھا، گویا کہ وہ زبان حال اور قال سے یوں کہہ رہے تھے

اِلٰهِی اِن یَّکُن ذَنبِی عَظِیماً　　فَعَفوُک یَااِلٰهَ الکَونِ اَعظَمُ
فَمِمَّنِ ارتَجِی مَولَایَ عَطفاً　　وَفَضلُک وَاسِعٌ لِلکُلِّ مَغنَمُ
تَرَکتُ النَّاسَ کُلَّهم وَرَائِی　　وَجِئتُ اِلَیک کَی بِالقُربِ اَنعَمُ
فَعَامِلنِی بِجُودِک وَاعفُ عَنِّی　فَاِن تَغضَب فَمَن یَّغفِرُوَیَرحَمُ ؟

اے میرے اللہ !اگر میرا گناہ بڑا ہے تو اے مالک کائنات تیری بخشش بہت بڑی ہے، میں کس سے مہربانی کی امید رکھوں؟ حالانکہ تیرا فضل و کرم بہت وسیع ہے جو ہر کسی کے لیے فائدہ مند ہے، میں اپنے پیچھے بہت سے لوگوں کو چھوڑ آیا ہوں اور تیری طرف آیا ہوں کیونکہ تیرا قرب بہت ہی اچھا ہے ،میرے ساتھ اپنے جودو کرم کا معاملہ فرما اور مجھے معافی کا پروانہ عطا فرما، اگر تو ہی ناراض رہا تو پھر کون معاف کرے گا اور کون رحم کرے گا؟

(۲) فرعونی قہر و غضب سے نجات کی دعا

قبطی جب قتل ہو گیا تو حضرت موسی علیہ السلام کو خوف سا آنے لگا اور شہر میں اس چیز کا انتظار کرنے لگے کہ اب کیا ہو گا؟ اتنے میں ہی ایک نیک، صالح، خیر خواہ ان کے پاس پہنچا جس نے انہیں اطلاع دی کہ فرعون اور اس کے درباری قبطی کے قتل کے باعث آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ آپ نے اسرائیلی کی مدد کرتے ہوئے قبطی کو مار ڈالا ہے، قرآن کریم میں ہے

فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (۲۱) القصص

موسیٰ وہاں سے ڈرتے ڈرتے نکل کھڑے ہوئے کہ دیکھیں (کیا ہوتا ہے اور) دعا کرنے لگے کہ اے پروردگار مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔

دعا کی قبولیت

اس خیر خواہ کی بات سن کر حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کر دی، کہ انہیں فرعون اور اس کے لشکر سے نجات عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی ، فرعون کے مکرو دجل کے تانے بانے کاٹ ڈالے اور حضرت موسی علیہ السلام کے لیے دیار مصر سے ارض شام کی طرف نکلنا آسان کر دیا۔

(۳) مدین کے پانی پر دعائے موسیٰ ؑ

رب العالمین نے حضرت موسی علیہ السلام کے لیے مصر سے شام کی طرف جانے کا راستہ آسان کر دیا، شام میں ایک پر مشقت سفر کے بعد مدین پہنچے، مصر سے مدین تک پیدل پہاڑی راستوں پر چڑھتے اور اترتے رہے، سواری نہیں تھی، کھانے پینے کا سامان نہیں تھا، سارے راستے میں اگر کھانے کی کوئی چیز دستیاب تھی تو وہ درختوں کے پتے تھے، ساگ کے پتے تھے، اس بھوک اور پیاس کی وجہ سے ان کا پیٹ پیٹھ کے ساتھ دکھائی دیتا تھا، یہ اس شخص کا حال ہے جو اللہ کی اس وقت کی مخلوق میں برگزیدہ اور چنا ہوا تھا، اس مشقت، تعب اور تکلیف کے عالم میں سفر طے کرتے رہے، چلتے رہے، آگے بڑھتے رہے، یہاں تک کہ مدین کے پانی پر پہنچ گئے، اللہ فرماتے ہیں

وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِنْ دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّى يُصْدِرَ الرِّعَاءُ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ (۲۳) فَسَقَى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّى إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنْزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ (۲۴) القصص

جب مدین کے پانی (کے مقام) پر پہنچے تو دیکھا کہ لوگ جمع ہو رہے (اور اپنے چارپایوں کو) پانی پلا رہے ہیں اور دیکھا کہ ان کے ایک طرف دو عورتیں (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی ہیں موسیٰ نے (ان سے کہا) تمہارا کام کیا ہے؟ وہ بولیں کہ جب تک چرواہے (اپنے چارپایوں کو) نہ لے جائیں ہم پانی نہیں پلا سکتے اور ہمارے والد بڑی عمر کے بوڑھے ہیں۔ تو موسیٰ نے ان کے لئے (بکریوں کو) پانی پلا دیا پھر سائے کی طرف چلے گئے اور کہنے لگے کہ پروردگار میں محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے۔

قبولیت دعا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، ان کے فقر وفاقہ کو مالداری اور خوشحالی سے بدل دیا، ان کی بھوک وپیاس کو سیرابی سے بدل دیا، ان کی مشقت وتھکاوٹ کو راحت وآرام کے ساتھ بدل دیا، ان کے خوف کو امن کے ساتھ بدل دیا، ظالموں کی بجائے ان کو نیکوکار لوگوں سے ملا دیا، مجرموں کی بجائے انصاف کرنے والوں سے ملا دیا، جب اللہ کے امر سے حضرت شعیب علیہ السلام کی دو بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کے ساتھ ان کی شادی ہو گئی۔

(۴)فرعون کو دعوت دینے سے پہلے دعائے موسیٰ؈

جب ان نعمتوں سے مالامال ہوئے تو اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک بڑی نعمت سے مالامال کیا، آپ علیہ السلام کے سر پر تاج نبوت سجادیا اور فرعون کو جو سب سے بڑا کافر تھا، سب سے بڑا سرکش تھا کو دعوت دینے کی ذمہ داری سونپی، تو پیغام رسالت اس تک پہنچانے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں مدد و نصرت کی درخواست کی، ارشاد ہے

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (۳۳) وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ (۳۴) قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا بِآيَاتِنَا أَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغَالِبُونَ (۳۵)القصص

کہا اے میرے رب! میں نے ان کے ایک آدمی کو قتل کیا ہے پس میں ڈرتا ہوں کہ مجھے مار ڈالیں گے اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے اسے میرے ساتھ مدد گار بنا کر بھیج کہ میری تصدیق کرے کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ فرمایا ہم تیرے بازو کو تیرے بھائی سے مضبوط کر دیں گے اور تمہیں غلبہ دیں گے پھر وہ تم تک پہنچ نہیں سکیں گے ہماری نشانیوں کے سبب سے تم اور تمہارے تابعدار غالب رہیں گے۔

سورۃ الشعراء میں ارشاد ہے

وَإِذْ نَادَى رَبُّكَ مُوسَى أَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (۱۰) قَوْمَ فِرْعَوْنَ أَلَا يَتَّقُونَ (۱۱) قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ (۱۲) وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَى هَارُونَ (۱۳) وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ (۱۴) قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِآيَاتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَمِعُونَ (۱۵)الشعراء

اور جب تمہارے پروردگار نے موسیٰ کو پکارا کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ۔ (یعنی) قوم فرعون کے پاس، کیا یہ ڈرتے نہیں؟ عرض کی اے میرے رب! میں ڈرتا ہوں کہ مجھے جھٹلا دیں۔ اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور میری زبان رکتی ہے تو ہارون کو حکم بھیج کہ میرے ساتھ چلیں۔ اور ان کا مجھ پر ایک گناہ (یعنی قبطی کے خون کا دعویٰ بھی) ہے سو مجھے یہ ڈر ہے کہ مجھ کو مار ہی ڈالیں۔ فرمایا ہرگز نہیں تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ سننے والے ہیں۔

سورۃ طٰہٰ میں اسی مضمون سے متعلق یہ دعائیں بھی ہیں

قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي (٢٥) وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي (٢٦) وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي (٢٧) يَفْقَهُوا قَوْلِي (٢٨) وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي (٢٩) هَارُونَ أَخِي (٣٠) اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي (٣١) وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي (٣٢) كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا (٣٣) وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا (٣٤) إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا (٣٥) طٰهٰ

کہا میرے پروردگار (اس کام کے لئے) میرا سینہ کھول دے۔ اور میرا کام آسان کردے۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں۔ اور میرے گھروالوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (یعنی مددگار) مقرر فرما۔ (یعنی) میرے بھائی ہارون کو۔ اس کے ذریعہ سے میرا ہاتھ مضبوط کر۔ اور اسے میرے کام میں شریک کردے۔ تاکہ ہم خوب تیری پاکی بیان کریں۔ اور خوب تیرا چرچا کریں۔ تو ہم کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے۔

دعاؤں کا خلاصہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعوت و تبلیغ کے لیے جن جن چیزوں کی ضرورت تھی وہ اللہ سے مانگیں، ان دعاؤں میں ایک یہ تھی کہ فرعونی مجھے قتل نہ کرڈالیں، دوسری دعا یہ تھی کہ یہ بڑا کام ہے اکیلے سنبھالنا مشکل ہے ہارون علیہ السلام کو معاون بنادے، دشمن کے ساتھ لڑنے، جھگڑنے کے لیے شرح صدر، دل کی تنگی کا خاتمہ، معاملے کو آسان بنادے، دشمن سے لڑائی کے دوران دل میں پیدا ہونے والی تنگی کی دوری، ان تمام سے مقصود دشمن کی بھلائی اور اسے راہ راست پر لانا ہے، زبان میں انگارہ رکھنے کی وجہ سے کافی مشکل تھی، مگر آپ نے اللہ سے ایک گرہ کھولنے کی درخواست کی، تاکہ یہ میری بات سمجھ جائے، اس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ پیغمبر کا کس قدر اخلاص تھا۔

قبولیت دعا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعائیں قبول فرمائیں، آپ اور ان کے بھائی دونوں نے ہمت کی اور فرعون کو دعوت دی، اللہ نے ارشاد فرمایا

قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ (٣٦) طٰهٰ

فرمایا موسیٰ تمہاری دعا قبول کی گئی۔

قوم کے شرور سے بچنے کے لیے دعائے موسیٰ ؑ

فرعونی کفر وفساد کی انتہاؤں کو چھونے لگے ،راہ خدا سے روکنے کے تمام تر ہتھکنڈے استعمال کرنے لگے ،بچوں کو قتل اور عورتوں کو قیدی بنانے لگے ،اس پر حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی کہ ان لوگوں کے شر سے حفاظت کی جائے اوران کے شرور انہی کی گردنوں پر انڈیل دیے جائے ، قرآن کریم میں ہے

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ كَرِيمٌ (١٧) أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ (١٨) وَأَنْ لَا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ إِنِّي آتِيكُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ (١٩) وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ أَنْ تَرْجُمُونِ (٢٠) وَإِنْ لَمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ (٢١) فَدَعَا رَبَّهُ أَنَّ هَؤُلَاءِ قَوْمٌ مُجْرِمُونَ (٢٢) فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُمْ مُتَّبَعُونَ (٢٣) وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا إِنَّهُمْ جُنْدٌ مُغْرَقُونَ (٢٤) كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ (٢٥) وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ (٢٦) وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ (٢٧) كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ (٢٨) فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ وَمَا كَانُوا مُنْظَرِينَ (٢٩) وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ (٣٠) مِنْ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ كَانَ عَالِيًا مِنَ الْمُسْرِفِينَ (٣١) وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَى عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ (٣٢) وَآتَيْنَاهُمْ مِنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُبِينٌ (٣٣)الدخان

اور ان سے پہلے ہم فرعون کی قوم کو آزما چکے ہیں اور ان کے پاس ایک عزت والا رسول بھی آیا تھا۔ اللہ کے بندوں کو میرے حوالہ کر دو بیشک میں تمہارے لیے ایک امانت دار رسول ہوں۔ اور خدا کے سامنے سرکشی نہ کرو میں تمہارے پاس کھلی دلیل لے کر آیا ہوں۔ اور اس (بات) سے کہ تم مجھے سنگسار کرو اپنے اور تمہارے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ تب موسیٰ نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ یہ نافرمان لوگ ہیں۔ حکم ہوا پس میرے بندوں کو رات کے وقت لے چل کیونکہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ اور دریا سے (کہ) خشک (ہو رہا ہوگا) پار ہو جاؤ (تمہارے بعد) ان کا لشکر ڈبو دیا جائے گا۔ وہ لوگ بہت سے باغ اور چشمے چھوڑ گئے۔ اور کھیتیاں اور نفیس مکان۔ اور آرام کی چیزیں جن

میں عیش کیا کرتے تھے۔ اسی طرح (ہوا) اور ہم نے دوسرے لوگو ں کو ان چیزوں کا مالک بنا دیا۔ پھر ان پر نہ تو آسمان کو اور زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت ہی دی گئی اور ہم نے بنی اسرائیل کو ذلت کے عذاب سے نجات دی۔ (یعنی) فرعون سے بیشک وہ ایک سرکش حد سے بڑھنے والا تھا۔ اور ہم نے اپنے علم سے ان کو جہان والوں پر چن لیا تھا۔ اور ان کو ایسی نشانیاں دی تھیں جن میں صریح آزمائش تھی۔

فرعون اور فرعونیوں کے خلاف دعائے موسیٰ ؑ

جب فرعون کی سرکشی، کفر، قساوت قلبی انتہا پر پہنچ گئی، راہ خدا سے لوگوں کو روکنے کی سرگرمیاں بند نہ ہوئیں، اللہ کی آیات سے نفع اٹھانے کی بجائے مخالفت میں سرگرداں رہا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کر دی، ارشاد ہے

وَقَالَ مُوسَى رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ (۸۸) (یونس)

موسیٰ نے دعا کی، اے ہمارے رب! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں زینت اور اموال سے نواز رکھا ہے۔ اے رب! کیا یہ اس لیے ہے کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے بھٹکائیں؟ اے رب! ان کے مال تباہ کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

قبولیت دعا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی، فرعون اور فرعونیوں کو تباہ و برباد کر ڈالا، ان کے مال اور محلات کو تہس نہس کر ڈالا، کسی کو علم نہیں کہ وہ کہاں رہتے تھے اور کہاں چلے گئے؟ دعائے موسیٰ کا یہ اثر تھا کہ ان کے دلوں میں اس قدر سختی پیدا ہو گئی کہ وہ ایمان کی دولت سے محروم رہے یہاں تک کہ اللہ کا سخت ترین عذاب انہوں نے دیکھ لیا۔

قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا (یونس)

اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: تم دونوں کی دعا قبول کی گئی۔

حضرت ابن عباسؓ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

لَمَّا أَغْرَقَ اللَّهُ فِرْعَوْنَ قَالَ: {آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنَتْ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ} [يونس: ٩٠] فَقَالَ جِبْرِيلُ: يَا مُحَمَّدُ فَلَوْ رَأَيْتَنِي وَأَنَا آخُذُ مِنْ حَالِ البَحْرِ فَأَدُسُّهُ فِي فِيهِ مَخَافَةَ أَنْ تُدْرِكَهُ الرَّحْمَةُ

جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو سمندر میں غرق کیا تو وہ کہنے لگا کہ میں ایمان لایا کہ اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا اے محمد (ﷺ) کاش آپ مجھے اس وقت دیکھتے جب میں اس کے (یعنی فرعون کے) منہ میں سمندر کا کیچڑ ٹھونس رہا تھا تاکہ اللہ کی رحمت اسے گھیر نہ لے۔ (ترمذی)

بنی اسرائیل کے خلاف دعائے موسیٰ ؑ

بنی اسرائیل کسی نبی کی قدر کرتے تھے اور نہ ہی کسی رسول کی عظمت کا خیال رکھتے تھے اور نہ ہی کسی کے حکم کی پرواہ کرتے تھے، حتی کہ رب العالمین کے احکامات کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی طرف سے پوری پوری کوشش کی کہ یہ لوگ بیت المقدس میں داخل ہو جائیں اور وہاں کے سرکش اور ظالم لوگوں سے جہاد کریں، لیکن ان کی بزدلی کا عالم یہ تھا کہ انہوں نے جہاد میں شرکت سے صاف انکار کر دیا، اس پر موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ ہمارے درمیان تفریق ڈال دے،

سورۃ المائدہ میں ہے

قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ (٢٥)

موسیٰ نے کہا اے میرے رب میرے اختیار میں تو سوائے میری جان اور میرے بھائی کے اور کوئی نہیں سو ہمارے درمیان اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔

اس دعا کا سبب یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو لے کر جب بیت المقدس کے قریب پہنچے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عمالقہ جیسی ظالم اور جابر قوم کے ساتھ جہاد کرنے کی انہیں ترغیب دی، اور ان کو مدد و نصرت کا وعدہ بھی دیا گیا، مگر انہوں نے اطاعت و فرمانبرداری کی بجائے بزدلی کا مظاہرہ کیا، انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا کہ موسیٰ یہاں بڑے سخت لوگ رہتے ہیں، ہم جب تک یہ لوگ یہاں موجود ہیں کبھی بھی اس جگہ میں داخل نہیں ہو سکتے، اگر یہ لوگ یہاں سے نکل جائیں تو ہم اس شہر میں داخل ہو جائیں گے،

یوشع بن نون اورکالب بن یوقنا(تفسیر ابن کثیر) نے بھی انہیں سمجھایاکہ تم اس دروازے سے داخل ہوجاؤگے تو تم اللہ پر بھروسہ کروتم ہی غالب ہوجاؤگے ،انہوں نے صاف کہاکہ موسی توجااور تمہاراخداجاکران سے جہاد کروہم تویہاں ہی بیٹھنے والے ہیں ،اس موقع پر حضرت موسی علیہ السلام نے بارگاہ رب العالمین میں عرض کیاکہ اے میرے اللہ !میں توصرف اپنے اوپراوراپنے بھائی پرہی اختیاررکھتاہوں،اس لیے ہمارے اوران نافرمانوں کے درمیان فیصلہ کردے، جنہوں نے اللہ کاحکم ماننے سے انکارکردیا، اپنے نبی کی اطاعت نہیں کی، ہمارے اوران کے درمیان جدائی ڈال دے۔

قبولیت دعا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام کی اس دعاکو بھی قبول فرمایا، ارشاد ہے

قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ (۲۶)المائدہ

اللہ نے فرمایا کہ وہ ملک ان پر چالیس برس تک کیلئے حرام کردیا گیاہے (کہ وہاں جانے نہ پائیں گے اور جنگل کی)زمین میں سرگرداں پھرتے رہیں گے توان نافرمان لوگوں کے حال پر افسوس نہ کرو۔

اللہ نے بنی اسرائیل پر چالیس سال تک بیت المقدس میں داخلہ حرام کردیاتھا،وہ اس میں داخل نہیں ہوسکتے تھے ،یہ انہیں جہاد سے روگردانی کی سزاملی تھی ،چنانچہ یہ لوگ ارض سینامیں چالیس سال تک سرگرداں رہے ، صبح سے سفر کاآغاز کرتے اورشام کوایک جگہ پڑاؤ کرتے ،اگلے دن اسی جگہ سے انہیں سفر کاآغاز کرناپڑتاتھاجہاں سے پچھلے روزشروع کیاتھا، انہیں کسی جگہ پر قرار نہیں تھا۔اللہ نے موسی علیہ السلام کوفرمایاکہ ان لوگوں پرافسوس کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ یہ اسی چیز کے مستحق تھے۔

قوم کی مغفرت کے لیے دعائے موسیٰؑ

اصحاب موسی کی ہلاکت کے بعد حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی

قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُمْ مِنْ قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ أَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ (۱۵۵) وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ

کہا اے میرے رب! اگر تو چاہتا تو پہلے ہی انہیں ہلاک کر دیتا کیا تو ہمیں اس کام پر ہلاک کر تا ہے جو ہماری قوموں کے بیوقوفوں نے کیا یہ سب تیری آزمائش ہے جسے تو چاہے اسے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھا رکھے تو ہی ہمارا کارساز ہے سو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔ اور ہمارے لیے اس دنیا میں اور آخرت میں بھلائی لکھ ہم نے تیری طرف رجوع کیا۔

موسیٰ علیہ السلام نے حسبِ فرمان الٰہی اپنی قوم سے ستر شخصوں کو منتخب کیا اور جناب باری سے دعائیں مانگنا شروع کیں۔ لیکن یہ لوگ اپنی دعا میں حد سے تجاوز کر گئے کہنے لگے اللہ تو ہمیں وہ دے جو نہ ہم سے پہلے کسی کو دیا ہو نہ ہمارے بعد کسی کو دے۔ یہ دعا اللہ تعالیٰ کو ناپسند آئی اور ان پر بھونچال آ گیا۔ جس سے گھبرا کر حضرت موسیٰ اللہ سے دعائیں کرنے لگے سدی کہتے ہیں انہیں لے کر آپ اللہ تعالیٰ سے بنی اسرائیل کی گو سالہ پرستی کی معذرت کرنے کیلئے گئے تھے۔ وہ جب یہاں پہنچے تو کہنے لگے ہم تو جب تک خود اللہ تعالیٰ کو کھلم کھلا اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں گے۔ ہم کلام سن رہے ہیں لیکن دیکھنا چاہتے ہیں اس پر کڑاکے کی آواز ہوئی اور یہ سب مر کھپ گئے حضرت موسیٰ نے رونا شروع کیا کہ اللہ میں بنی اسرائیل کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ ان کے یہ بہترین لوگ تھے اگر یہی منشا تھی تو اس سے پہلے ہی ہمیں ہلاک کر دیا ہوتا۔

امام محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ انہیں اس بت پرستی سے توبہ کرنے کیلئے بطور وفد کے آپ لے چلے تھے۔ ان سے فرما دیا تھا کہ پاک صاف ہو جاؤ پاک کپڑے پہن لو اور روزے سے چلو یہ اللہ کے بتائے ہوئے وقت پر طور سینا پہنچے۔ مناجات میں مشغول ہوئے تو انہوں نے خواہش کی کہ اللہ سے دعا کیجئے کہ ہم بھی اللہ کا کلام سنیں آپ نے دعا کی جب حسب عادت بادل آیا اور موسیٰ علیہ السلام آگے بڑھ گئے اور بادل میں چھپ گئے قوم سے فرمایا تم بھی قریب آ جاؤ یہ بھی اندر چلے گئے اور حسب معمول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی پر ایک نور چمکنے لگا جو اللہ کے کلام کے وقت برابر چمکتا رہتا تھا اس وقت کوئی انسان آپ کے چہرے پر نگاہ نہیں ڈال سکتا تھا آپ نے حجاب کر لیا لوگ سب سجدے میں گر پڑے اور اللہ کا کلام شروع ہوا جسے یہ لوگ بھی سن رہے تھے کہ فرمان ہو رہا ہے یہ کر یہ نہ کر وغیرہ۔ جب باتیں ہو چکیں اور ابر اٹھ گیا تو ان لوگوں نے کہا ہم تو جب تک اللہ کو خود خوب ظاہر نہ دیکھ لیں ایمان نہیں لائیں گے تو ان پر کڑاکا نازل ہوا اور سب کے سب ایک ساتھ مر گئے موسیٰ علیہ السلام بہت گھبرائے اور مناجات شروع کر دیں، اس میں یہاں تک کہا کہ اگر ہلاک ہی کرنا تھا تو اس سے پہلے ہلاک کیا ہوتا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام کو اور شبر اور شبیر کو لے کر پہاڑ کی گھاٹی میں گئے۔ ہارون ایک بلند جگہ کھڑے تھے کہ ان کی روح قبض کر لی گئی جب آپ واپس بنی اسرائیل کے پاس پہنچے تو انہوں نے کہا کہ چونکہ آپ کے بھائی بڑے ملنسار اور نرم آدمی تھے آپ نے ہی انہیں الگ لے جا کر قتل کر دیا اس پر آپ نے فرمایا اچھا تم اپنے میں سے ستر آدمی چھانٹ کر میرے ساتھ کر دو انہوں نے کر دیئے جنہیں لے کر آپ گئے اور حضرت ہارون کی لاش سے پوچھا کہ آپ کو کس نے قتل کیا ؟ اللہ کی قدرت سے وہ بولے کسی نے نہیں بلکہ میں اپنی موت مرا ہوں انہوں نے کہا بس موسیٰ اب سے آپ کی نافرمانی ہرگز نہ کی جائے گی اسی وقت زلزلہ آیا جس سے وہ سب مر گئے اب تو حضرت موسیٰ بہت گھبرائے دائیں بائیں گھومنے لگے اور وہ عرض کرنے لگے جو قرآن میں مذکور ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی التجا قبول کر لی ان سب کو زندہ کر دیا اور بعد میں وہ سب انبیاء بنے لیکن یہ اثر بہت ہی غریب ہے۔

یہ بھی مروی ہے کہ ان پر اس زلزلے کے آنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ بچھڑے کی پرستش کے وقت خاموش تھے ان پجاریوں کو روکتے نہ تھے اس قول کی دلیل میں حضرت موسیٰ کا یہ فرمان بالکل ٹھیک اترتا ہے کہ اے اللہ! ہم میں سے چند بیوقوفوں کے فعل کی وجہ سے تو ہمیں ہلاک کر رہا ہے؟ پھر فرماتے ہیں یہ تو تیری طرف کی آزمائش ہی ہے تیرا ہی حکم چلتا ہے اور تیری ہی چاہت کامیاب ہے۔ ہدایت و ضلالت تیرے ہی ہاتھ میں ہے جس کو تو ہدایت دے اسے کوئی بہکا نہیں سکتا اور جسے تو بہکائے اس کی کوئی رہبری نہیں کر سکتا۔ تو جس سے روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے دے دے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ ملک کا مالک تو اکیلا، حکم کا حاکم صرف تو ہی ہے۔ خلق و امر تیرا ہی ہے تو ہمارا ولی ہے، ہمیں بخش، ہم پر رحم فرما، تو سب سے اچھا معاف فرمانے والا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

قوم موسیٰ کی گوسالہ پرستی اور دعائے موسیٰ

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ملاقات کے لیے جبل طور پر گئے، جہاں وہ اپنے پروردگار سے ہم کلام ہوئے، جب یہاں سے واپسی ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ قوم گوسالہ پرستی میں مشغول ہے، وہ اللہ کے علاوہ ایک بچھڑے کی پوجا پر لگے ہوئے ہیں، اس پر حضرت موسی علیہ السلام کو سخت غصہ آیا، جس کی وجہ

سے انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کا سر پکڑا، داڑھی پکڑی اوراپنی طرف انہیں کھینچا، پھر اپنے لیے اوراپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت کی دعا کی کہ

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ (۱۵۱)الاعراف

اے میرے پروردگار! مجھے اور میرے بھائی کو معاف فرمادے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر۔ تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

بچھڑے کی پوجا کا واقعہ اس وقت کا ہے جب موسی علیہ السلام چالیس راتوں کے لیے طور سینا کی طرف گئے تھے، ان کے بعد ان کے بھائی ہارون علیہ السلام لوگوں میں موجود تھے، سامری نامی ایک شخص نے سونے کا ایک بچھڑا تیار کیا، جس سے آواز آرہی تھی، اس نے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ موسی علیہ السلام کے رب کو چھوڑیں اوراس بچھڑے کی پوجا کریں، اس موقع پر حضرت ہارون علیہ السلام نے انہیں بہتیرا سمجھایا، مگر وہ انہیں کمزور خیال کرتے تھے، قریب تھا کہ انہیں جان سے بھی مار ڈالتے۔

حضرت موسی علیہ السلام جب طور سے واپس تشریف لائے تو قوم شرک میں مبتلا ہو چکی تھی، ہارون علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے قوم کو سمجھایا تھا مگر انہوں نے میری بات نہیں مانی اور بچھڑے کی پوجا پر ہی لگے رہے، اس کے بعد موسی علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں اپنے لیے اوراپنے بھائی کے لیے دعا کی۔

دعائے داؤد علیہ السلام

حضرت داؤد بن ایشا بن عوید بن عابر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے تھے، بیت المقدس کی سرزمین پر اللہ نے انہیں نبوت اور خلافت سے نوازا تھا، آپ چھوٹے قد، نیلی آنکھوں، تھوڑے بالوں والے صاف دل انسان تھے، اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے بکریاں چرایا کرتے تھے، پھرتیلا، مضبوط اور چست بدن تھا۔ بہت اچھے نشانہ باز تھے اور جو وحشی جانور بکریوں کے ریوڑ پر حملہ آور ہوتے، پتھروں کے ذریعہ ہی انہیں مار ڈالتے یا مار بھگاتے تھے، وہ اتنے جرأت مند اور طاقتور تھے کہ اگر کوئی درندہ ان کے ہتھے چڑھ جاتا تو اس کے نچلے جبڑے پر پاؤں رکھ کر اوپر کے جبڑے کو اس زور سے کھینچتے تھے کہ اسے چیر کے رکھ دیتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے مرج الصفر (اردن کے قریب) میں ام حکیم کے محل کے قریب جالوت کو قتل کر دیا تھا، اس کے بعد داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کی آنکھوں کا تارا بن گئے تھے، اللہ نے انہیں حکومت اور نبوت دونوں چیزوں سے مالامال کر دیا تھا، قرآن کریم میں ارشاد ہے

وَقَتَلَ دَاوُدُ جَالُوتَ وَآتَاهُ اللَّهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ.وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ وَلَـٰكِنَّ اللَّهَ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْعَالَمِينَ [البقرة: ۲۵۱]

اور داؤد نے جالوت کو مار ڈالا اور اللہ نے سلطنت اور حکمت داؤد کو دی اور جو چاہا اسے سکھایا اور اگر اللہ کا بعض کو بعض کے ذریعے سے دفع کرا دینا نہ ہوتا تو زمین فساد سے پُر ہو جاتی لیکن اللہ جہان والوں پر بہت مہربان ہے۔

جس وقت مسلمانوں کی اس مختصر جماعت نے کفار کے ٹڈی دل لشکر دیکھے تو جناب باری میں گڑگڑا کر دعائیں کرنی شروع کیں کہ اے اللہ! ہمیں صبر و ثبات کا پہاڑ بنادے۔ لڑائی کے وقت ہمارے قدم جمادے، منہ موڑنے اور بھاگنے سے ہمیں بچالے اور ان دشمنوں پر ہمیں غالب کر، چنانچہ ان کی عاجزانہ اور مخلصانہ دعائیں قبول ہوتی ہیں، اللہ کی مدد نازل ہوتی ہے اور یہ مٹھی بھر جماعت اس ٹڈی دل لشکر کو تہس نہس کر دیتی ہے اور حضرت داؤد کے ہاتھوں مخالفین کا سردار اور سرتاج جالوت مارا جاتا ہے، اسرائیلی روایتوں میں یہ بھی مروی ہے کہ حضرت طالوت نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم جالوت کو قتل کرو گے تو میں اپنی بیٹی تمہارے نکاح میں دوں گا اور اپنا آدھا مال بھی تمہیں دے دوں گا اور حکومت میں بھی برابر شریک کرلوں

گا، چنانچہ حضرت داؤد نے پتھر کو فلاخن میں رکھ کر جالوت پر چلایا اور اسی سے وہ مارا گیا، حضرت طالوت نے اپنا وعدہ پورا کیا، بالآخر سلطنت کے مستقل سلطان آپ ہی ہو گئے اور پروردگار عالم کی طرف سے بھی نبوت جیسی زبردست نعمت عطا ہوئی اور حضرت شموئیل کے بعد پیغمبر بھی بنے اور بادشاہ بھی، حکمت سے مراد نبوت ہے اور بہت سے مخصوص علوم بھی جو اللہ عزوجل نے چاہے اپنے اس نبی کو سکھائے۔

حضرت داؤد کی امتیازی شان

حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے امتیازی شان عطا فرمائی تھی، قرآن کریم میں ہے

(وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلاً يَا جِبَالُ أَوِّبِي مَعَهُ وَالطَّيْرَ وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ(١٠) أَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوا صَالِحاً إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ) [سَبَأٍ: ١١]

اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے برتری بخشی تھی اے پہاڑو! ان کے ساتھ تسبیح کرو اور پرندوں کو (ان کا تابع کر دیا تھا) اور ان کے لئے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا تھا۔ کہ کشادہ زرہیں بناؤ اور کڑیوں کو اندازے سے جوڑو اور نیک عمل کرو جو عمل تم کرتے ہو میں ان کو خوب دیکھنے والا ہوں۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا

(وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوُدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ وَكُنَّا فَاعِلِينَ(٧٩)وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِنْ بَأْسِكُمْ فَهَلْ أَنْتُمْ شَاكِرُونَ) [الانبياء: ٨٠]

اور ہم نے پہاڑوں کو داو ُد کے تابع کر دیا تھا کہ ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور جانوروں کو بھی (تابع کر دیا تھا) اور ہم ہی ایسا کرنے والے تھے۔ اور ہم نے تمہارے لئے ان کو ایک (طرح کا) لباس بنانا بھی سکھا دیا تا کہ تمہیں لڑائی کے ضرر سے بچائے، پس تم کو شکر گذار ہونا چاہئے۔ دوسرے مقام پر ارشاد ہے

(وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ (١٧)إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ (١٨)وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً كُلٌّ لَهُ أَوَّابٌ (١٩)وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الخطاب(٢٠) [ص]

اور ہمارے بندے داؤد کو یاد کرو جو صاحب قوت تھے (اور) بیشک وہ رجوع کرنے والے تھے۔ ہم نے پہاڑوں کو ان کے زیر فرمان کر دیا تھا کہ صبح و شام ان کے ساتھ (خدائے) پاک (کا ذکر) کرتے تھے۔ اور پرندوں کو بھی کہ جمع رہتے تھے سب ان کے فرمانبردار تھے۔ اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کر دیا تھا اور ہم نے اسے نبوت دی تھی اور مقدمات کے فیصلے کرنے کا سلیقہ دیا تھا۔

ایک آزمائش اور دعائے استغفار

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو ایک آزمائش میں ڈالا، جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ (٢١) إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا عَلَى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ (٢٢) إِنَّ هَذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ (٢٣) قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَى نِعَاجِهِ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَا هُمْ وَظَنَّ دَاوُودُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا وَأَنَابَ (٢٤) فَغَفَرْنَا لَهُ ذَلِكَ وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَى وَحُسْنَ مَآبٍ (٢٥)ص

اور کیا آپ کو دو جھگڑنے والوں کی خبر بھی پہنچی جب وہ عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آئے۔ جب وہ داؤد کے پاس آئے تو وہ ان سے گھبرایا کہا ڈر نہیں دو جھگڑنے والے ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے پس آپ ہمارے درمیان انصاف کا فیصلہ کیجیے اور بات کو دور نہ ڈالیے اور ہمیں سیدھی راہ پر چلایئے۔ بے شک یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے پس اس نے کہا مجھے وہ بھی دے دے اور اس نے مجھے گفتگو میں دبالیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ جو تیری دنبی مانگتا ہے کہ اپنی دنبیوں میں ملالے بیشک تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شریک ایک دوسرے پر زیادتی ہی کیا کرتے ہیں ہاں جو ایمان لائے اور عمل نیک کرتے رہے اور ایسے لوگ بہت کم ہیں اور داؤد نے خیال کیا کہ (اس واقعے سے) ہم نے ان کو آزمایا ہے تو انہوں نے اپنے پروردگار سے مغفرت مانگی اور جھک کر گر پڑے اور (خدا کی طرف) رجوع کیا۔ تو ہم نے ان کو بخش دیا اور بیشک ان کے لئے ہمارے ہاں قرب اور عمدہ مقام ہے۔

حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ نے اس آزمائش اور لغزش کی تشریح اس طرح فرمائی ہے کہ مقدمہ کے یہ دو فریق دیوار پھاند کر داخل ہوئے، اور طرز مخاطبت بھی انتہائی گستاخانہ اختیار کیا کہ شروع ہی میں حضرت داؤد علیہ السلام کو انصاف کرنے اور ظلم نہ کرنے کی نصیحتیں شروع کر دیں، اس انداز کی گستاخی کی بنا پر کوئی عام آدمی ہوتا تو انہیں جواب دینے کے بجائے الٹی سزا دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ امتحان فرمایا کہ وہ بھی غصہ میں آکر انہیں سزا دیتے ہیں یا پیغمبرانہ عفو و تحمل سے کام لے کر ان کی بات سنتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام اس امتحان میں پورا اترے، لیکن اتنی سی فروگذاشت ہوگئی کہ فیصلہ سناتے وقت ظالم کو خطاب کرنے کے بجائے مظلوم کو مخاطب فرمایا۔ جس سے ایک گونہ جانبداری مترشح ہوتی تھی مگر اس پر فوراً متنبہ ہوا اور سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرمادیا۔(بیان القرآن)

بعض مفسرین نے لغزش کی یہ تشریح کی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعاعلیہ کو خاموش دیکھا تو اس کا بیان سنے بغیر صرف مدعی کی بات سن کر اپنی نصیحت میں ایسی باتیں فرمائیں جن سے فی الجملہ مدعی کی تائید ہوتی تھی، حالانکہ پہلے مدعاعلیہ سے پوچھنا چاہئے تھا کہ اس کا موقف کیا ہے؟ حضرت داؤد علیہ السلام کا یہ ارشاد اگرچہ صرف ناصحانہ انداز میں تھا اور ابھی تک مقدمہ کے فیصلے کی نوبت نہیں آئی تھی، تاہم ان جیسے جلیل القدر پیغمبر کے شایان شان نہیں تھا۔ اسی بات پر آپ بعد میں متنبہ ہو کر سجدہ ریز ہوئے۔(روح المعانی)

بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنا نظم اوقات ایسا بنایا ہوا تھا کہ چوبیس گھنٹے میں ہر وقت گھر کا کوئی نہ کوئی فرد عبادت، ذکر اور تسبیح میں مشغول رہتا تھا، ایک روز انہوں نے باری تعالیٰ سے عرض کیا کہ پروردگار! دن اور رات کی کوئی گھڑی ایسی نہیں گزرتی جس میں داؤد کے گھر والوں میں سے کوئی نہ کوئی آپ کی عبادت، نماز اور تسبیح و ذکر میں مشغول نہ ہو، باری تعالیٰ نے فرمایا کہ داؤد! یہ سب کچھ میری توفیق سے ہے، اگر میری مدد شامل حال نہ ہو تو یہ بات تمہارے بس کی نہیں ہے، اور ایک دن میں تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دوں گا۔ اس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ وہ وقت حضرت داؤد علیہ السلام کے مشغول عبادت ہونے کا تھا۔ اس ناگہانی قضیہ سے ان کے اوقات کا نظام مختل ہو گیا حضرت داؤد علیہ السلام جھگڑا چکانے میں مشغول ہوگئے، آل داؤد علیہ السلام کا کوئی اور فرد بھی اس وقت عبادت اور ذکر الٰہی میں مصروف نہ تھا۔ اس سے حضرت داؤد علیہ السلام کو تنبہ ہوا کہ وہ فخریہ کلمہ جو زبان سے نکل گیا تھا، یہ مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔ اس لئے آپ نے استغفار فرمایا اور سجدہ ریز ہوگئے۔ اس توجیہہ کی تائید حضرت ابن عباس کے ایک ارشاد سے بھی ہوتی ہے جو مستدرک حاکم میں صحیح سند کے ساتھ منقول ہے۔(احکام القرآن)

دعائے سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹے تھے، داؤد علیہ السلام کی طرح آپ کو بھی اللہ نے حکومت اور نبوت دونوں سے نوازا تھا، قرآن کریم نے ذکر فرمایا

وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِنْ كُلِّ شئ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ) [النمل: ١٦]

سلیمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولیاں سکھائی گئی ہیں اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے، بے شک یہ بڑا واضح اللہ کا فضل ہے۔

اس وراثت سے نبوت اور حکومت مراد ہے، وراثت مالی مراد نہیں ہے، کیونکہ انبیاء کرام درھم اور دینار وراثت نہیں چھوڑا کرتے اور نہ ہی یہ بات ان کے شایان شان ہوتی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے مال وراثت چھوڑ کر دنیا سدھاریں، اگر انبیاء کرام کی وراثت میں مال وغیرہ ہو تو وہ صدقہ ہوتا ہے۔

سلیمان علیہ السلام کو اللہ نے پرندوں کی بولیاں سکھادی تھیں، پرندے اپنی زبان میں جو کچھ بولتے تھے، جو کچھ کہتے تھے حضرت سلیمان وہ سمجھ لیتے تھے اور لوگوں کو ان کی بولی کی تعبیر کے ساتھ ساتھ جو کچھ انہوں نے کہا ہوتا تھا اسے بھی لوگوں کو سمجھا دیتے تھے۔

چڑیا اور چڑے کی شادی

ایک بار سلیمان علیہ السلام ایک چڑے کے پاس سے گزرے جو ایک چڑیا کے گرد چکر لگا رہا تھا، آپ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ جانتے ہو کہ یہ چڑا اس چڑیا کو کیا کہہ رہا تھا؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا کہہ رہا تھا؟ فرمایا کہ وہ اسے شادی کر لینے کا پیغام دے رہا تھا کہ میرے ساتھ شادی کر لے تو میں تجھے دمشق کے بالا خانوں میں سے جس پہ تو چاہے گی وہاں رہائش کر دوں گا۔ (البدایہ والنہایہ ج ٢ ص ٢٣)

چیونٹی کی دعا پر بارش

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں ایک بار قحط پڑا تو لوگوں کو باہر نکل کر دعا کرنے کا حکم دیا، لوگ باہر نکلے تو سلیمان علیہ السلام نے ایک مقام پر دیکھا کہ ایک چیونٹی نے اپنی ایک ٹانگ کھڑی کی ہوئی ہے اور اپنے ہاتھ دعا کے لیے پھیلائے ہوئے ہیں، یوں کہہ رہی تھی

اللَّهُمَّ إِنَّا خَلْقٌ مِنْ خَلْقِكَ وَلَا غَنَاءَ بِنَا عَنْ فَضْلِكَ

اے میرے اللہ! بے شک ہم تیری مخلوق میں سے ایک مخلوق ہیں، ہم بھی تیرے فضل سے مستغنی نہیں ہو سکتیں۔

سلیمان علیہ السلام نے لوگوں کو کہا کہ واپس چلو، اب بارش ہو گی، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس چیونٹی کی دعا پر بارش برسادی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۴)

ھُدھُد پرندے کی غیر حاضری اور کارکردگی

ہدہد پرندے کا لشکر سلیمانی میں ایک مرکزی کردار ہوا کرتا تھا، جس سمت لشکر سلیمانی کو نکلنا ہوتا تھا اس سمت میں پانی کی تلاش کی ذمہ داری اسی پرندے کی ہوتی تھی، جب یہ اطلاع دیتا کہ اس طرف پانی ہے تو وہاں سے کھدائی کر کے پانی حاصل کیا جاتا تھا، ایک دن اسی طرح ہوا جب ہدہد کی ضرورت پڑی تو یہ موجود نہیں تھا، سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ ہدہد کہاں ہے؟ مجھے دکھائی نہیں دے رہا یا وہ غائب ہے؟ اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر دوں گا یا پھر وہ غیر حاضری کی کوئی معقول وجہ بتائے گا، ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ہدہد حاضر ہو گیا، اور اس نے سلیمان علیہ السلام کو اپنی غیر حاضری کی پوری کہانی سنادی، اس نے سلیمان علیہ السلام کو کہا کہ میں ایسی خبر لایا ہوں جس کا آپ کو بھی علم نہیں ہے، میں ملک سبا سے ایک پکی خبر لے کر آیا ہوں، کہ ان لوگوں پر ایک عورت حکمرانی کرتی ہے، جسے ہر چیز دی گئی ہے اور اس کا ایک تخت شاہی بھی ہے، میں نے دیکھا کہ وہ خود اور اس کی رعایا اللہ کے علاوہ سورج کی پرستش کرتی ہے، شیطان نے ان کی اس کارروائی کو ان کے لیے خوبصورت بنا رکھا ہے اور راہ حق سے انہیں دور کر رکھا ہے، سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی معلوم کر لیتا ہوں کہ تم سچ کہتے ہو یا نہیں؟ میرا خط ان کی طرف لے جاؤ اور ان کا جواب لے کر آؤ، چنانچہ ہدہد سلیمان علیہ السلام کا خط لے کر بلقیس کے پاس پہنچا، جس میں سلیمان علیہ السلام نے لکھا تھا کہ مسلمان ہو کر میرے پاس چلی آؤ، یہ خط پڑھنے کے بعد ملکہ بلقیس نے اپنے مشیروں سے مشورہ طلب کیا، مشیروں نے کہا کہ ہم جنگجو لوگ ہیں، ساز و سامان ہمارے پاس ہے، حکم آپ کا چلنا ہے، ہم حکم کی بجا آوری کریں گے، بلقیس نے ان کا یہ جواب سن کر کہا کہ میں جانتی ہوں کہ جب بادشاہ کسی بستی پر حملہ آور ہوتے ہیں تو اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، وہاں کے عزت داروں کو ذلیل کر دیتے ہیں، میں انہیں ہدیہ بھیجتی ہوں

اور دیکھتی ہوں کہ ان کی طرف سے کیا جواب آتا ہے ؟ سلیمان علیہ السلام نے تحائف دیکھ کر فرمایا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے، مجھے اللہ کا دیا ہوا بہت ہے اور بہتر ہے، تم میری مال کے ساتھ مدد کرنا چاہتے ہو؟ تم ان کی طرف واپس جاؤ ہم ان پر ایسے لشکر لے کر پہنچیں گے جن کا وہ مقابلہ نہیں کر سکیں گی، ہم انہیں ایسی ذلت کے ساتھ وہاں سے نکالیں گے کہ وہ خوار ہو کر رہ جائیں گی۔ چنانچہ سلیمان علیہ السلام کے لشکریوں میں سے ایک اہل علم نے ان کی آنکھ جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تحت لا کر حاضر کر دیا، اسے اپنے سامنے دیکھ کر سلیمان علیہ السلام نے کلمات تشکر ادا کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرے رب کا فضل ہے تا کہ وہ مجھے آزمائے۔

چیونٹی کی گفتگو سن کر دعائے سلیمانؑ

حضرت سلیمان علیہ السلام کا لشکر جمع ہوا جس میں انسان جن پرند سب تھے۔ آپ سے قریب انسان تھے پھر جن تھے پرند آپ کے سروں پر رہتے تھے۔ گرمیوں میں سایہ کر لیتے تھے، سب اپنے اپنے مرتبے پر قائم تھے۔ جس کی جو جگہ مقرر تھی وہ وہیں رہتا۔ جب ان لشکروں کو لے کر حضرت سلیمان علیہ السلام چلے۔ ایک جنگل پر گذر ہوا جہاں چیونٹیوں کا لشکر تھا۔ لشکر سلیمان کو دیکھ کر ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے کہا کہ جاؤ اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ لشکر سلیمان چلتا ہوا تمہیں روند ڈالے اور انہیں علم بھی نہ ہو۔

حضرت حسن فرماتے ہیں اس چیونٹی کا نام جرسا تھا یہ بنو شیصبان کے قبیلے سے تھی،(بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام طاخیہ تھا، علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ اس کا نام حرمیا تھا۔ وہ لنگڑی تھی اور یہ مکھی کے قد جتنی تھی، کسی مقام پر یوں بھی لکھا گیا ہے کہ وہ چیونٹی بھیڑیے جتنی تھی، مگر یہ بات خلاف عقل ہے، نا قابل فہم ہے)، اسے خوف ہوا کہیں سب روندی جائیں گی اور پس جائیں گی، یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام ہنسنے لگے اور اسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ (۱۹)النمل

اے میرے رب !مجھے توفیق دے کہ میں تیرے احسان کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور یہ کہ میں نیک کام کروں جو تو پسند کرے اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل کر لے

سلیمانؑ کی آزمائش اور دعائے مغفرت

حضرات انبیاء کرام کے کمالِ ایمان، صدق یقین اور رب تعالیٰ سے ان کو خوف اس قدر ہوتا ہے کہ وہ رب العالمین سے استغفار کرتے ہیں اور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں، بلکہ ان سے جو امور نسیاناً سرزد ہوتے ہیں ان پر بھی وہ اللہ کی طرف رجوع کرتے اور بخشش کے طلب گار ہوتے ہیں، حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اللہ نے ایک آزمائش میں ڈالا، جس کے بعد انہوں نے اللہ سے استغفار کیا اور بخشش کی دعا کی، جیسے ارشاد ہے

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّهِ جَسَدًا ثُمَّ أَنَابَ (۳۴) قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (۳۵)ص

اور ہم نے سلیمان کی آزمائش کی اور ان کے تخت پر ایک دھڑ ڈال دیا پھر انہوں نے (خدا کی طرف) رجوع کیا۔ (اور) دعا کی اے پروردگار مجھے مغفرت کر اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد کسی کو شایان نہ ہو بیشک تو بڑا عطا فرمانے والا ہے۔

اس آیت کریمہ کے ذیل میں علامہ ابن کثیرؒ سے لے کر علامہ محمود آلوسی تک جن مفسرین کرام نے جو واقعات نقل فرمائے بالآخر انہوں نے خود ہی ان کو اسرائیلیات کہہ کر رد کر دیا ہے، علامہ ابن کثیرؒ نے کئی واقعات نقل کیے مگر جوں ہی قاری ان کی گہرائی میں جانے کی فکر اختیار کرتا ہے تو وہ صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ اسرائیلیات ہیں کیونکہ بنی اسرائیل حضرت سلیمان علیہ السلام کی رسالت کے منکر تھے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے بھی سارے واقعات سے جان چھڑائی ہے اور مفسرین کے نقل کردہ واقعات کو بھی حقیقت سے دور بتایا ہے، حتیٰ کہ انہوں نے امام فخر الدین رازیؒ کی رائے کو بھی تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے ،ہاں اس آیت کے ذیل میں کچھ حضرات نے بخاری کی ایک روایت فٹ کرنے کی کوشش کی ہے، مگر مفتی صاحب مرحوم نے اس روایت کو بھی اس آیت کی تفسیر ماننے سے انکار کر دیا ہے، لیکن ہمارے پاس بخاری کی اس روایت سے زیادہ موزوں اس آیت کی کوئی تفسیر دکھائی نہیں دے رہی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

قَالَ: سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ لَأَطُوفَنَّ اللَّيْلَةَ عَلَى سَبْعِينَ امْرَأَةً، تَحْمِلُ كُلُّ امْرَأَةٍ فَارِسًا يُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، فَقَالَ لَهُ صَاحِبُهُ: إِنْ شَاءَ اللَّهُ، فَلَمْ يَقُلْ، وَلَمْ تَحْمِلْ شَيْئًا إِلَّا وَاحِدًا، سَاقِطًا أَحَدُ شِقَّيْهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ قَالَهَا لَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: میں آج کی رات ستر بیویوں کے پاس جاؤں گا، ہر عورت مجاہد جنے گی، جو اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا، ان کے ایک ساتھی نے ان سے کہا: انشاء اللہ، مگر سلیمان علیہ السلام نے انشاء اللہ نہیں کہا، ان کی کسی بیوی کو حمل نہیں ٹھہرا مگر ایک بیوی کو وہ بھی ادھورا، جس کا ایک دھڑ ہی نہیں تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر سلیمان علیہ السلام وہ کلمہ کہہ دیتے تو ہونے والے بچے جہاد کرتے۔ (بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ایک روایت میں نوے بیویوں کا ذکر ہے۔

سیدنا سلیمان کی آزمائش کا تعلق ایک بے جان دھڑ سے تھا جو آپ کی کرسی پر ڈال دیا گیا تھا۔ اس پر آپ کو معلوم ہوا کہ آپ تو آزمائش میں پڑ چکے ہیں پھر اسی وقت اللہ کی طرف رجوع ہوئے اپنے قصور کی معافی مانگی اور ساتھ ہی یہ دعا کی مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما جو میرے بعد کسی کے شایان نہ ہو۔ چنانچہ آپ کا یہ قصور بھی معاف کر دیا گیا اور دعا بھی قبول ہوگئی کہ ہواؤں اور جنوں کو آپ کے لئے مسخر کر دیا گیا۔

حکومت اور اقتدار کی دعا

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیئے کہ انبیاء علیہم السلام کی کوئی دعا اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوتی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا بھی باری تعالیٰ کی اجازت ہی سے مانگی تھی۔ اور چونکہ اس کا منشاء محض طلب اقتدار نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ کرنے اور کلمہ حق کو سربلند کرنے کا جذبہ کارفرما تھا، اور باری تعالیٰ کو معلوم تھا کہ حکومت ملنے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام انہی مقاصد عالیہ کے لئے کام کریں گے۔ اور حب جاہ کے جذبات ان کے دل میں جگہ نہیں پائیں گے۔ اس لئے انہیں اس دعا کی اجازت بھی دے دی گئی اور اسے قبول بھی کر لیا گیا۔ لیکن عام لوگوں کے لئے از خود اقتدار کے طلب کرنے کو حدیث میں اس لئے منع کیا گیا ہے کہ اس میں حب جاہ و مال کے جذبات شامل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ جہاں انسان کو اس قسم کے جذبات نفسانی سے خالی ہونے کا یقین ہو اور وہ واقعتاً اعلاء کلمۃ الحق کے سوا کسی اور مقصد سے اقتدار حاصل نہ کرنا چاہتا ہو تو اس کے لئے حکومت کی دعا مانگنا جائز ہے۔ (معارف القرآن بحوالہ روح المعانی وغیرہ)

دعائے زکریا علیہ السلام

قرآن کریم میں حضرت زکریا علیہ السلام کا واقعہ یوں موجود ہے

وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (۳۷) هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ (۳۸) فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ (۳۹) قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ قَالَ كَذَلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (۴۰) قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ (۴۱)آل عمران

اور وہ زکریا کو سونپ دی جب زکریا اس کے پاس حجرہ میں آتے تو اس کے پاس کچھ کھانے کی چیز پاتے کہتے اے مریم! تیرے پاس یہ چیز کہاں سے آئی ہے وہ کہتی یہ اللہ کے ہاں سے آئی ہے اللہ جسے چاہے بے قیاس رزق دیتا ہے۔ زکریا نے وہیں اپنے رب سے دعا کی کہا اے میرے رب! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما بیشک تو دعا کا سننے والا ہے۔ پھر فرشتوں نے اس کو آواز دی جب وہ حجرے کے اندر نماز میں کھڑے تھے کہ بیشک اللہ تجھ کو یحیٰی کی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ کے ایک حکم کی گواہی دے گا اور سردار ہو گا اور عورت کے پاس نہ جائے گا اور صالحین میں سے نبی ہو گا۔ کہا: اے میرے رب! میرا لڑکا کہاں سے ہو گا حالانکہ میں بڑھاپے کو پہنچ چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے فرمایا اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ کہا: اے میرے رب! میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر، فرمایا: تیرے لیے یہ نشانی ہے کہ تو لوگوں سے تین دن سوائے اشارہ کے بات نہ کر سکے گا اور اپنے رب کو بہت یاد کر اور شام اور صبح تسبیح کر۔

حضرت مریم کی والدہ کی منت کو اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا اور حضرت مریم کی جسمانی اور روحانی تربیت خوب اچھی طرح فرمائی۔ جب وہ سن شعور کو پہنچ گئیں اور مسجد (عبادت خانہ) میں جانے کے قابل ہو گئیں تو سوال یہ پیدا ہوا کہ ان کا کفیل اور نگران کون ہو؟ کیونکہ ہیکل سلیمانی میں بہت سے کاہن تھے جن میں ایک حضرت زکریا بھی تھے۔ بالآخر یہ سعادت حضرت زکریا علیہ السلام کے حصہ میں آئی۔ کیونکہ ان کی بیوی حضرت مریم کی حقیقی خالہ تھیں۔

محراب سے مراد وہ جگہ نہیں جو مساجد میں امام کے کھڑے ہونے کے لیے بنائی جاتی ہے، بلکہ محراب ان بالاخانوں کو کہا جاتا تھا جو مسجد کے خادم، مجاورین اور ایسے ہی اللہ کی عبادت کے لیے وقف شدہ لوگوں کے لیے مسجد کے متصل بنائے جاتے تھے۔ انہیں کمروں میں ایک کمرہ حضرت مریم کو دیا گیا تھا۔ جس میں وہ مصروف عبادت رہا کرتیں۔ اس کمرہ میں حضرت زکریا کے علاوہ سب کا داخلہ ممنوع تھا۔ حضرت مریم علیہ السلام کے لیے سامان خورد ونوش بھی حضرت زکریا ہی وہاں پہنچایا کرتے تھے۔ پھر بارہا ایسا بھی ہوا کہ حضرت زکریا خوراک دینے کے لیے اس کمرہ میں داخل ہوئے تو حضرت مریم کے پاس پہلے ہی سے سامان خورد ونوش پڑا دیکھا۔ وہ اس بات پر حیران تھے کہ جب میرے بغیر یہاں کوئی داخل نہیں ہو سکتا تو یہ کھانا اسے کون دے جاتا ہے؟ حضرت مریم سے پوچھا تو انہوں نے بلا تکلف کہہ دیا۔ اللہ کے ہاں سے ہی مجھے یہ رزق مل جاتا ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی۔

واضح رہے کہ یہ آیت خرق عادت امور پر واضح دلیل ہے۔ انبیاء کے ہاں معجزات اور اولیاء اللہ کے ہاں کرامات کا صدور ہوتا ہی رہتا ہے اور یہ سب کچھ اللہ ہی کی مشیت وقدرت سے ہوتا ہے۔ اور حضرت زکریا کے لیے حیرت واستعجاب کی باتیں دو تھیں۔ ایک یہ کہ آپ جو سامان خورد ونوش حضرت مریم کے پاس پڑا دیکھتے وہ عموماً بے موسم پھلوں پر مشتمل ہوتا تھا اور دوسرے یہ کہ جب میرے سوا اس کمرہ میں کوئی داخل ہو ہی نہیں سکتا تو یہ پھل اور دوسرا سامان خورد ونوش حضرت مریم کو دے کون جاتا ہے؟ (تیسیر القرآن)

حضرت زکریا علیہ السلام کے اس وقت تک اولاد نہ تھی، اور زمانہ بڑھاپے کا آگیا تھا، جس میں عادتاً اولاد نہیں ہو سکتی، اگرچہ خرق عادت کے طور پر قدرت خداوندی کا ان کو پورا اعتقاد تھا کہ وہ ذات اس بڑھاپے کے موقع میں بھی اولاد دے سکتی ہے، لیکن چونکہ اللہ کی ایسی عادت آپ نے مشاہدہ نہیں کی تھی کہ وہ بے موقع اور بے موسم چیزیں عطا کرتا ہے اس لئے آپ کو اولاد کے لئے دعا کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی، لیکن اس وقت جب آپ نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کو بے موسم میوے عطا فرمائے ہیں تو اب آپ کو بھی سوال کرنے کی جرأت ہوئی، کہ جو قادر مطلق بے موقع پھل عطا کر سکتا ہے وہ بے موقع اولاد بھی عطا کرے گا۔ (معارف القرآن)

سورۃ مریم کے شروع میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا یوں ذکر ہے

ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا (٢) إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا (٣) قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا (۴) وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا (٥) يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (٦) يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا (٧) قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا (٨) قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا (٩) قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا (١٠) فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا (١١) يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا (١٢) وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا (١٣) وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا (١۴) وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا (١۵)

یہ تیرے رب کی مہربانی کا ذکر ہے جو اس کے بندے زکریا پر ہوئی۔ جب اس نے اپنے رب کو خفیہ آواز سے پکارا۔ کہا: اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر میں بڑھاپا چمکنے لگا ہے اور میرے رب تجھ سے مانگ کر میں کبھی محروم نہیں ہوا۔ اور بیشک میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے پس تو اپنے ہاں سے ایک وارث عطا کر۔ جو میرا اور یعقوب کے خاندان کا بھی وارث ہو اور میرے رب اسے پسندیدہ بنا۔ اے زکریا! بیشک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہوگا اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی پیدا نہیں کیا۔ کہا: اے میرے رب! میرے لیے لڑکا کہاں سے ہو گا؟ حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے میں انتہائی درجہ کو پہنچ گیا ہوں۔ کہا ایسا ہی ہو گا تیرے رب نے کہا ہے وہ مجھ پر آسان ہے اور میں نے تجھے اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ تو کوئی چیز نہ تھا۔ کہا: اے میرے رب! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر کہا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات تک مسلسل لوگوں سے بات نہیں کر سکے گا۔ پھر حجرہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور انھیں اشارہ سے کہا کہ تم صبح و شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔ اے یحیٰی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا کی۔ اور اسے اپنے ہاں سے رحم دلی اور پاکیزگی عنایت کی اور وہ پرہیز گار تھا۔ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا اور سرکش نافرمان نہ تھا۔ اور اس پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

زکریا علیہ السلام کی دعا کا ایک اور انداز

سورۃ الانبیاء میں حضرت زکریا علیہ السلام کی ایک دعا یوں موجود ہے

وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَى رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ (٨٩)الانبیاء
اور زکریا کو (یاد کرو) جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ پروردگار مجھے اکیلا نہ چھوڑ واور تو سب سے بہتر وارث ہے۔

قبولیت دعا

حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی دعاؤں اور زاریوں میں بڑے آداب کا خیال رکھا، آپ اللہ کے نیک اور صالح بندے تھے، خشوع اور خضوع سے دعائیں مانگیں، اپنی تمام تر عاجزی اور انکساری کا اظہار کیا، اللہ کی صفت وثناء بیان کی، اللہ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور فرمایا کہ اے زکریا! ہم تجھے بیٹے کی خوشخبری دے رہے ہیں اور اس کا نام بھی رکھ رہے ہیں، اس نام والا بچہ اس سے پہلے نہیں ہوا اور نہ ہی کسی کا یہ نام رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کی دعا قبول کر لی، ارشاد فرمایا

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَوَهَبْنَا لَهُ يَحْيَى وَأَصْلَحْنَا لَهُ زَوْجَهُ إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ (٩٠)الانبیاء
پھر ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے یحیٰ عطا کیا اور اس کے لیے اس کی بیوی کو درست کر دیا بیشک یہ لوگ نیک کاموں میں دوڑ پڑتے تھے اور ہمیں امید اور ڈر سے پکارا کرتے تھے اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے۔

دعائے عیسی علیہ السلام

حضرت عیسی علیہ السلام کی ایک ہی دعا کا قرآن کریم میں ذکر ہے، سورۃ المائدہ میں ہے

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ يَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۱۱۲) قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا وَتَطْمَئِنَّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُونَ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ (۱۱۳) قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا لِأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِنْكَ وَارْزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (۱۱۴) قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ (۱۱۵)المائدہ

جب حواریوں نے کہا: اے عیسیٰ بن مریم ! کیا تیرا رب کر سکتا ہے کہ ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے اتارے ؟ کہا: اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔ انہوں نے کہا: ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ تو نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر گواہ رہیں۔ تب عیسیٰ بن مریم نے دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما کہ ہمارے لئے (وہ دن) عید قرار پائے یعنی ہمارے اگلوں اور پچھلوں (سب) کیلئے۔ اور وہ تیری طرف سے نشانی ہو اور ہمیں رزق دے، تو بہتر رزق دینے والا ہے۔ اللہ نے فرمایا: میں تم پر ضرور خوان نازل کروں گا لیکن جو اس کے بعد تم میں سے کفر کرے گا اسے ایسا عذاب دُوں گا کہ جہان والوں میں سے کسی کو ایسا عذاب نہ دُوں گا۔

قبولیت دعا

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسی علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ میں ضرور دستر خوان اتاروں گا، چنانچہ اس وعدے کے مطابق اللہ نے دستر خوان اتار دیا، مگر کچھ شرائط اللہ نے رکھ دیں، جن کی ان لوگوں نے کوئی پرواہ نہیں کی تو اللہ نے انہیں سزا دی، ترمذی میں ایک روایت ہے، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

أُنْزِلَتِ المَائِدَةُ مِنَ السَّمَاءِ خُبْزًا وَلَحْمًا، وَأُمِرُوا أَنْ لَا يَخُونُوا وَلَا يَدَّخِرُوا لِغَدٍ، فَخَانُوا وَادَّخَرُوا وَرَفَعُوا لِغَدٍ، فَمُسِخُوا قِرَدَةً وَخَنَازِيرَ(ترمذی حدیث ۳۰۶۱)

جو دستر خوان آسمان سے اتارا گیا تھا اس میں روٹی اور گوشت تھا اور انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ اس میں نہ خیانت کریں گے اور نہ کل کے لیے ذخیرہ کریں گے۔ پھر ان لوگوں نے خیانت بھی کی اور کل کے لیے بھی اٹھار کھا۔لہذاانہیں بندر اور سور بنا دیا گیا۔(ترمذی۔ ابواب التفسیر)

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا دستر خوان صرف ایک دن نہیں بلکہ کچھ عرصہ تک نازل ہوتا رہا مطالبہ کرنے والوں نے کہا تھا کہ اس دستر خوان سے غریب، نادار، معذور اور بے کس لوگ کھایا کریں گے مگر بعد میں کھاتے پیتے لوگ بھی اس دستر خوان میں شریک ہونے لگے۔ یہ ان کی خیانت تھی۔ علاوہ ازیں کل کے لیے سٹور بھی کرنا شروع کر دیا اور ان کے بے جا طمع اور اللہ پر عدم توکل کی دلیل تھا اور اس سے انہیں روکا بھی گیا تھا۔ دیگر بھی کئی نافرمانیاں کیں جن کی پاداش میں ان میں اسی کے قریب آدمیوں کی صورتیں مسخ کر کے بندر اور سور کی سی بنادی گئیں۔(تیسیر القرآن)

دعا قبول کیسے ہو گی؟

قرآن کریم میں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا ایک ذخیرہ موجود ہے، جنہیں دیکھ کر اور پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان دعاؤں میں کس قدر اخلاص پنہاں تھا، ان میں کس قدر زاری اور لجاجت کے ساتھ اللہ کی بارگاہ میں ان قدسی صفات انسانوں نے اپنی عرضیاں پیش کی ہیں، اور زمین پر مانگی جانے والی ان دعاؤں کے لیے عرش بریں سے قبولیت کے اعلانات ہوئے، کتنے مقامات پر فرشتوں کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام کو دوڑایا گیا اور انبیاء کرام کو ان کی منہ مانگی چیزوں کی بشارت سنائی گئی، اللہ دعائیں قبول کرنے کے بعد فاستجبنا کا لفظ استعمال کرتے ہیں کہ ہم نے قبول کی۔ ہم نے دعا سنی، ہم نے انہیں نجات دی، ہم نے انہیں ساحل مراد پر پہنچایا۔

ہم اگر غور کریں کہ ان حضرات کی دعائیں کس قدر تیزی سے شرف قبولیت پاتی تھیں تو ہمیں اس کے پس منظر میں یہ چیز دکھائی دیتی ہے کہ وہ لوگ دعا مانگنے کے آداب کا خیال رکھتے تھے، دعا کے تقاضوں کو پورا کرتے تھے، اس لیے کہ دعا کے کچھ آداب ایسے ہیں جو دعا سے پہلے ضروری ہیں اور کچھ تقاضے ایسے ہیں جو دعا مانگنے کے درمیان لازمی ہیں، یہ جائز اسباب اور ذرائع جب بندہ اختیار کرتا ہے تو رب العالمین بندے کی دعا کو قبول فرماتے ہیں۔

دعا سے پہلے کے آداب

دعا سے پہلے جن آداب کا خیال رکھنا ضروری ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں

حلال خوری

دعا کی قبولیت کے اسباب اور بڑے بڑے عوامل میں سے ایک یہ ہے کہ انسان حلال کھائے، حرام کھانے سے پرہیز کرے، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ طیب (پاک) ہے اور طیب ہی کو پسند کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو بھی ان چیزوں پر عمل کرنے کا حکم دیا جن پر عمل کرنے کے لیے حضرات انبیاء کرام کو حکم دیا تھا، جیسے قرآن کریم میں ہے

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ (۵۱)المومنون

اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور نیک اعمال کرو، جو کچھ تم کرتے ہو میں اسے خوب جانتا ہوں۔

اسی طرح سورۃ البقرہ میں ارشاد ہے کہ اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں دی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اس کی بندگی کرتے ہو۔(البقرہ ۱۷۲)

مسلم اور ترمذی میں ایک ایسے شخص کی دعا کا ذکر ہے جو لمبا چوڑا سفر کرتا ہے، گرد وغبار سے اٹا ہوا ہے، اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتا ہے، پھر وہ اپنے پروردگار کو اے میرے رب! اے میرے رب! کہہ کر پکارتا ہے، جب کہ اس کا کھانا، اس کا پینا، اس کا لباس، اس کی غذا حرام کی ہوتی ہے تو اسے جواب آتا ہے کہ تیری دعا کیسے قبول ہو؟ کیونکہ لباس، کھانا، پینا اگر حرام ہو تو یہ چیزیں دعا کی قبولیت کے لیے مانع ہو جاتی ہیں۔

نیکی کی دعوت اور برائی سے روکنا

نیکی کی دعوت دینے اور برائی سے روکنے والے کی دعا قبول کی جاتی ہے، ترمذی میں حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا؛ قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کی دعوت دوگے اور ضرور برائی سے روکو گے، اگر ایسا نہیں کروگے تو اللہ تم پر اپنا عذاب نازل کریں گے، پھر تم دعا کروگے تو وہ تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا۔(ترمذی)

ایک روایت میں ہے کہ برائی کو اپنی استطاعت کے مطابق روکو، ہاتھ سے ہو سکے تو ہاتھ سے روکو، زبان سے ہو سکے تو زبان سے روکو، اگر ان دونوں سے نہیں کر سکتے تو دل میں برا جانو، مگر یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ

ہے۔دل سے برائی کو برا جاننا ہر مسلمان پر واجب ہے، کسی صورت میں برائی کی حمایت نہ کرے، زبان کے ساتھ برائی کو وہ شخص روکے جو اس پر قدرت رکھتا ہے، اور ہاتھ کے ساتھ برائی اپنے اپنے دائرہ کار میں کی جائے، آدمی اپنے گھر میں، حکمران اپنی رعایا میں۔

گناہوں کو ترک کرنا

حضرت امیر المومنین عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ جن چیزوں کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے ان سے بچنے کی وجہ سے اللہ دعا اور تسبیح کو قبول فرماتے ہیں۔سفیان ثوری نے فرمایا کہ گناہوں کو چھوڑ دینا دعا کی قبولیت کا سبب ہے، مالک بن دینار کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو ایک مصیبت نے آگھیرا تو وہ کھلے میدان کی طرف نکلے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وحی بھیجی کہ انہیں بتائیں کہ تم گندے جسموں کے ساتھ میدان کی طرف آئے ہو اور تم ان ہتھیلیوں کو میری طرف اٹھائے ہوئے ہو جن سے تم نے خون بہائے ہیں، اور جن کے ساتھ تم نے اپنے گھروں کو حرام سے بھر دیا ہے، اس وقت میرا غصہ تم پر بہت زیادہ ہے، تمہارے افعال نے تمہیں مجھ سے دور کر دیا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا کہ

نَحنُ نَدعُوالِالٰہَ فِی کُلِّ کَربٍ ثُمَّ نَنسَاہُ عِندَکَشفِ الکُروبِ
کَیفَ نَرجُواِجَابَۃَ الدُّعَاءِ وَقَدسَدَدنَاطَرِیقھَابِالذُّنُوبِ

ہم ہر دکھ و تکلیف میں اللہ سے دعا کرتے ہیں، پھر مصیبت دور ہو جانے کے بعد ہم اسے بھول جاتے ہیں ہم دعا کی قبولیت کی امید کیوں کر رکھیں جب کہ ہم نے اس کی قبولیت کے راستے گناہوں کے ذریعے بند کر رکھے ہیں۔

قرآن کریم کی سورۃ یونس میں بھی اللہ نے اس طرف ہمیں توجہ دلائی ہے کہ جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو پھر وہ ہمیں اپنے پہلو کے بل پکارتا ہے، کھڑے اور بیٹھے پکارتا ہے، مگر جب اس کی تکلیف کو ہم دور کر دیتے ہیں تو یوں گزر جاتا ہے جیسے اس نے اپنے کو پہنچنے والی تکلیف کو دور کرنے کے لیے ہمیں کبھی پکارا ہی نہیں تھا۔(یونس ۱۲، الزمر ۴۹، ۸)

دعا کے دوران کے آداب

جس طرح دعا شروع کرنے سے پہلے کچھ آداب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے اسی طرح دعا کے درمیان میں کچھ آداب ایسے ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے، ان اسباب اور وسائل کو اختیار کرنے سے بھی دعا قبول ہوتی ہے۔

دعا سے پہلے وضو مستحب عمل

نبی کریم ﷺ حنین کے معرکے سے فارغ ہوئے تو ایک شخص نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ اس کے لیے دعا کریں، نبی کریم ﷺ تک یہ پیغام پہنچا تو آپ ﷺ نے پانی منگوا کر وضو کیا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے کہ اے میرے اللہ! اپنے بندے ابو عامر کو معاف کر دے، راوی کہتے ہیں کہ دعا کے دوران میں نے آپ ﷺ کی بغلوں کے نیچے کی سفیدی دیکھی، اس کے بعد عبد اللہ بن قیس کی درخواست پر ان کے گناہوں کی معافی کے لیے دعا فرمائی۔ (فتح الباری ابن حجر عسقلانی ج۸ ص ۳۵)

قبلہ رو ہو کر دعا مانگنا

بخاری شریف کی ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبلہ کی طرف منہ کرتے ہوئے دوس قبیلہ کی ہدایت کے لیے دعا مانگی، یہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت طفیل بن عمرو دوسی کا قبیلہ تھا۔

ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا

بخاری میں حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی، اسی طرح بخاری میں ہی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اس دوران میں نے آپ ﷺ کی بغل کے نیچے کی سفیدی دیکھی۔

اسی طرح مسند احمد، سنن ابی داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت سلمانؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ بہت حیا والے ہیں، کرم کرنے والے ہیں، اللہ کو حیا آتی ہے کہ جب بندہ اپنے ہاتھ اس کی طرف اٹھائے تو وہ انہیں نامراد خالی واپس کر دے۔

نبی کریم ﷺ نماز استسقاء کے لیے اس قدر ہاتھ اونچے کرتے تھے کہ آپ ﷺ کی بغلوں کے نیچے کی سفیدی دکھائی دیتی تھی، بدر کے موقع پر آپ ﷺ کو دیکھا گیا کہ آپ ﷺ نے مشرکوں کے خلاف اللہ سے مدد کی دعا کی، آپ ﷺ کے کاندھے پر چادر تھی جو سرک کر کاندھے سے نیچے گر گئی تھی۔ معلوم ہوا کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی ایک ادب ہے۔

دعا کے درمیان آواز معتدل ہو

دعا کرنے والے کو چاہیے کہ وہ دعا کے دوران چیخ وپکار، شوروغل سے پرہیز کرے، اللہ نے جس طرح فرمایا اس طرح دعا مانگے، جسے قرآن نے تضرع اور خفیہ کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے،(الاعراف ۵۵) نبی کریم ﷺ نے بھی ہدایت فرمائی کہ اپنے آپ پر قابو رکھو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں سنا رہے، تم جس رب کو پکار رہے ہو وہ خوب سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔(بخاری و مسلم)

اللہ کے ساتھ حسن ظن

دعا کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ دعا کرنے والا اللہ سے اچھا گمان رکھے اور یہ گمان رکھے کہ اللہ اس کی دعا جلد یا بدیر ضرور قبول فرمائیں گے، کیونکہ اللہ نے خود قرآن میں فرمایا کہ میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں (بقرہ ۱۸۶) اللہ دعا کو خوب سننے والا ہے (آل عمران ۳۸) ہم بہتر دعا قبول کرنے والے ہیں (الصافات ۷۵)

مسلم شریف کی روایت میں ایک حدیث قدسی ہے، اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوتا ہوں، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

جب بندے کا اللہ کے ساتھ اچھا گمان ہو گا، اسے امید ہو گی کہ اللہ اس کی دعا کو ضرور قبول کرے گا تو اسے یقین ہونا چاہیے کہ اللہ اس کی امید کو ضائع نہیں کرے گا۔

اللہ کے ناموں اور اعلیٰ صفات کے ساتھ دعا

اللہ فرماتے ہیں کہ میرے اچھے اچھے نام ہیں تم ان ناموں کے ساتھ دعا کیا کرو، جو لوگ اس کے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہیں ان کی باتوں کو چھوڑو، انہیں ان کے کیے کا بدلہ اور صلہ دیا جائے گا۔ (الاعراف ۱۸۰)

سنن ابی داؤد، نسائی، مسند احمد، حاکم اور ابن خزیمہ میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو تشہد کی حالت میں اللہ کے ناموں کے ساتھ بخشش کی دعا کرتے ہوئے سنا، جس کی دعا قبول کر لی گئی اور اسے معاف کر دیا گیا۔

ایک شخص نے اللہ کے نام العظیم کے ساتھ دعا مانگی تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو توجہ دلائی کہ یہ شخص اللہ کے نام العظیم کے ساتھ اس کے سامنے دعا کر رہا ہے اور الا عظم کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ایسا نام ہے کہ کوئی اس کے ذریعے دعا کرے تو وہ قبول ہو اور کوئی سوال کرے تو اسے عطا کیا جائے (ابو داؤد، نسائی، احمد، بخاری فی الادب المفرد)

مثلاً دعا کرنے والا یوں کہے یاغفوراغفرلی، اے بہت زیادہ معاف کرنے والے میرے گناہ معاف کر دے، یارحیم ارحمنی اے بہت زیادہ رحم کرنے والے مجھ پر رحم فرما، یاکریم اکرمنی اے بہت کرم کرنے والے مجھ پر اپنا کرم فرما، یاقوی قونی اے بہت مضبوط مجھے بھی مضبوط کر دے، یاعفواعف عنی، اے بہت معاف کرنے والے مجھے معاف کر دے، یارزاق ارزقنی اے بہت زیادہ رزق دینے والے مجھے رزق عطا فرما، یاتواب تب علی اے بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول فرمالے۔

دعا سے پہلے ثناء رب جلیل اور صلوۃ وسلام بر رسول کریم ﷺ

دعا کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی خوب تعریف وثناء کرے، اور رسول کریم ﷺ کی ذات ستودہ صفات پر درود شریف بھیجے، نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے اندر داخل ہوتے ہی اللھم اغفرلی اور اللھم ارحمنی کہنا شروع کر دیا، آپ ﷺ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے نمازی! تو نے جلدی کر دی ہے، جب تو نماز کا ارادہ کرے تو اللہ کی تعریف کر جیسے اس کی شایان شان ہے اور پھر مجھ پر درود پڑھ پھر دعا مانگ، پھر ایک اور آدمی نے نماز ادا کی تو اللہ کی تعریف کی اور نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھا، اسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی تو دعا مانگ تیری دعا قبول ہو گی۔ (ترمذی، فضالہ بن عبید کی روایت)

نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو یوں کہتے ہوئے سنا یاذالجلال والاکرام، تو آپ ﷺ نے فرمایا تیری دعا قبول کی جائے گی تو اللہ سے مانگ۔ (ترمذی)

فضالہ بن عبید کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو سنا وہ اپنی نماز میں دعا مانگ رہا تھا مگر اس نے نبی کریم ﷺ پر درود شریف نہیں پڑھا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے جلدی کر لی ہے، پھر اسے بلا کر فرمایا جب تم میں کوئی شخص نماز پڑھے تو ابتدا اللہ کی تعریف سے کرے، اس کی ثناء سے کرے، پھر نبی ﷺ پر درود شریف پڑھے، پھر اس کے بعد جو چاہے مانگے۔ (ترمذی، ابو داؤد)

قبولیت کا یقین

جو شخص دعا مانگے تو پختہ عزم ویقین سے مانگے کہ میرا اللہ میری دعا قبول کرے گا، یہ نہ کہے اور سوچے کہ پتا نہیں میری دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں، جیسے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے جب تم میں کوئی شخص دعا کرے تو یوں نہ کہے اے اللہ! اگر تو چاہے تو مجھے معاف کر دے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر دے، اگر تو چاہے تو مجھے رزق دے، بلکہ بڑے یقین کے ساتھ دعا کرے کہ اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اس پر کوئی زور اور زبردستی کرنے والا نہیں ہے۔ (بخاری)

اور آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سے دعا کرو اس یقین کے ساتھ کہ اللہ اسے قبول کرے گا اور یاد رکھو کہ اللہ کسی غافل اور مزاحی کی دعا کو قبول نہیں کرتے (ترمذی)

جلد بازی نہیں حوصلہ

دعا میں جلد بازی ٹھیک نہیں ہے، آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ !جلد بازی کیا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کہتا ہے میں نے دعا مانگی ہے میرا نہیں خیال کہ قبول کی جائے گی، اس طرح وہ نقصان اٹھائے گا، وہ دعا نہ چھوڑے (بخاری)

نیک اعمال کے وسیلے سے دعا کرے

آدمی کو چاہیے کہ اپنے ان نیک اعمال کے ذریعے اللہ سے دعا کرے جو اس نے خالص اللہ کی رضا کے لیے کیے ہیں، جیسے تین آدمیوں کا واقعہ آتا ہے، جو بارش کے دوران ایک غار میں جا چھپے تھے تو ایک چٹان نے غار کا منہ بند کر دیا، ان تین اشخاص نے اپنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کیا تو اللہ نے اس چٹان کا ہٹا دیا تھا (بخاری)

گناہوں کا اعتراف

دعا کے آداب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرے، اپنی عاجزی اور مسکینی کا اظہار کرے، اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔ حضرت ابو ہریرہؓ اس دعا کو ترجیح دیتے ہیں کہ بندہ یوں

کہے کہ اے اللہ !تومیرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ، میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے اور اپنے گناہ کا اعتراف کرتا ہوں ،تومیرے گناہ معاف کر دے ، تو میرا رب ہے ، تیرے سوا کوئی گناہوں کو معاف کرنے والا نہیں ہے۔(مسند احمد)

ہر حال میں دعا کا اہتمام

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ اللہ مشکلات ، مصائب اور تکالیف میں اس کی دعائیں قبول کرے تو اسے چاہیے کہ خوشحالی کے زمانے میں اللہ سے دعائیں کرتا رہے (ترمذی)

مشکلات میں دعائیں

بندے کو مشکلات و مصائب میں دعاؤں کا اہتمام کرنا چاہیے ، قرآن میں اللہ فرماتے ہیں کہ کون ہے جو مجبور اور پریشان حال بندے کی دعا قبول کرتا ہے ،یقیناً پریشانی اور تکلیف میں بھی اللہ ہی دعائیں قبول کرتا ہے۔

تضرع، خشوع، ترغیب وترھیب

اللہ سے خشوع اور خضوع کے ساتھ دعا کرتے رہنا چاہیے ، جیسے اللہ نے بھی قرآن میں حکم دیا ہے (الاعراف ۲۰۵)شوق اور ڈر سے دعائیں مانگتے رہنا چاہیے ، جیسے قرآن میں ہے (الانبیاء ۹۰)

عاجزی اور مسکینی کا اظہار

دعا میں عاجزی، فروتنی اور مسکینی کا اظہار کرنا چاہیے ، جیسے حضرت ایوب اور حضرت زکریا کی دعاؤں میں ہے

دعا میں رونا

دعا کے دوران رونا بھی مستحب ہے ، جیسے نبی کریم ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے سورۃ ابراہیم کی آیت ۳۶ کی تلاوت کی تو اس دوران آپ ﷺ رو پڑے ، اسی طرح حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے دعا مانگتے ہوئے عرض کیا کہ اللہ اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں

اوراگرتوانہیں معاف کردے توتوزبردست حکمت والاہے۔آپ ﷺ امتی امتی کے کلمات اداکرتے ہوئے روپڑے۔

دعاکرنے والے اپنی ذات سے شروع کرے

دعاکرنے والاپہلے اپنے لیے دعاکرے،جیسے قرآن کریم میں سورۃالحشرکی آیت ۱۰ میں دعاہے کہ اے اللہ!ہمیں معاف کردے اورہمارے بھائیوں کومعاف کردے،تویہاں پہلے اپنے لیے دعاسکھائی جارہی ہے۔سورۃابراہیم آیت ۴۱ میں پہلے اپنے لیے،پھروالدین کے لیے،پھرتمام اہل ایمان کے لیے دعاہے۔اسی طرح سورۃنوح کی آیت ۲۸ میں بھی پہلے اپنے لیے دعاہے پھروالدین کے لیے پھردوسرے اہل ایمان کے لیے

ظاہری وضع قطع میں عاجزی

بندے کوچاہیے جب اللہ کی بارگاہ میں دعاکے لیے ہاتھ اٹھائے تواپنی ظاہری شکل وصورت بھی عاجزوں اورمسکینوں والی بنالے،جیسے ایک مشہورحدیث میں ہے کہ بہت سے پراگندہ بالوں والے،غبارآلودچہروں والے،پرانے کپڑوں والے،دروازوں سے دھکیلے جانے والے ایسے ہیں اگروہ اللہ پرقسم کھالیں تواللہ ان کی قسم کوپوراکردے۔((مسلم)

مختصراورپراثرکلمات کے ساتھ دعا

بندہ جب دعامانگے تومختصرجملوں اورکلمات کااستعمال کرے،عام استعمال کے الفاظ کی بجائے بڑے جچے تلے الفاظ کااستعمال کرے کیونکہ وہ عظیم اوربڑی ہستی کے سامنے اپنی درخواست پیش کررہاہے،جیسے نبی کریم ﷺ کی دعاؤں میں مختصراورجامع الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

جن اوقات،حالات اورمقامات پردعاقبول ہوتی ہے

کچھ مقامات ایسے ہیں جہاں دعاقبول ہوتی ہے(۱)لیلۃ القدر(۲)رات کے درمیانی حصے میں(۳)اذان اوراقامت کے درمیان(۴)رات میں ایک گھڑی ہے(نامعلوم)(۵)زمزم پیتے وقت(۶)سجدوں کے وقت(۷)کسی مسلمان کی اپنے بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے مانگی جانے والی دعاقبول ہوتی ہے(۸)نیندمیں

ڈر جانے کے وقت مانگی جانے والی دعا (۹) بارش برسنے کے وقت مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے (۱۰) نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے کے بعد مانگی جانے والی دعا قبول ہوتی ہے ۔(۱۱) عادل حکمران کی دعا (۱۲) والد کی اولاد کے لیے مانگی جانے والی دعا (۱۳) والد کی اولاد کے لیے کی جانے والی بددعا بھی قبول ہوتی ہے (۱۴) مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے (۱۵) افطار کے وقت روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہے (۱۶) جمعہ والے دن عصر کی آخری گھڑی میں دعا قبول ہوتی ہے (۱۷) مسافر کی دعا (۱۸) عشرہ ذی الحجہ کی دعا قبول ہوتی ہے (۱۹) اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے (۲۰) دعا کے بعد نبی کریم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے والے کی دعا قبول ہوتی ہے (۲۱) مصیبت زدہ کی دعا (۲۲) گدھے کے ہنہنانے اور مرغ کی اذان کے وقت (۲۳) مجالس ذکر کے اجتماع کی دعا۔